ہفت روزہ

لاہور

# ندائے خلافت

www.tanzeem.org

2

8 تا 14 جنوری 2013ء / 25 صفر المظفر تا یکم ربیع الاوّل 1434ھ

اس شمارے میں

فساد فی الارض

آزمائش ناگزیر ہے!

مرتے وقت کی آرزو

تیرے پاس وہ سامان بھی ہے

مصر میں دستور کی منظوری

ایران پاکستان گیس منصوبہ اور امریکی عزائم

کیا پاکستان غلط بنا تھا؟

امام ابوحنیفہؒ

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## معجزۂ کردار

حضور اکرم ﷺ نے دعوت اسلامی کا آغاز ایک فی قوم کے تناسب سے کیا۔ پوری قوم ایک طرف تھی اور حضور اکرم ﷺ پوری قوم کے مقابل دوسری طرف تھے۔ جو دعوت آپ نے پیش کرنی شروع کی وہ پوری قوم کے سارے ڈھانچے کو اُدھیڑ کر اسے از سرِ نو استوار کرنے والی تھی۔ اس دعوت کے ذریعے پورے معاشرے کی قدریں بدلی جا رہی تھیں۔ خیر و شر کے پیمانے منقلب ہو رہے تھے۔ معیاراتِ قیادت و رہنمائی تبدیل ہو رہے تھے۔ نفع و نقصان کی میزان بدل رہی تھی۔ دعوتِ اسلامی کا مسئلہ صرف چند مذہبی تصورات میں تھوڑی سی تبدیلی لانے ہی کا معاملہ نہیں تھا بلکہ یہ تو ہمہ پہلو، ہمہ جہت اور کلی تبدیلی کا مسئلہ تھا۔ اس سے تو ہر چیز بدل جانے والی تھی۔ اس کلی انقلابی دعوت کو نظامِ باطل کے چوکیدار برداشت نہ کر سکتے تھے۔ وہ لوگ جو سیاسی اور معاشرتی مفادات کے محافظ تھے ان کے لیے اس دعوت کو ہضم کرنا سخت مشکل تھا۔ اس دعوت کو برداشت کرنے کے معنی اپنی سابقہ حاصل کردہ سیادتوں، قیادتوں اور محفوظ مفادات سے دست برداری اور محرومی تھی۔ چنانچہ دعوت کے سامنے آتے ہی وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح حضور ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں پر پل پڑے۔ ایسی شدید مخالفانہ یلغار اور اتنی کثیر طاقت اور مخالفت کے مقابلے میں ایک فی قوم کے تناسب سے ایک انقلابی دعوت کو آگے بڑھانا کوئی کھیل نہ تھا۔ یہ آنکھوں دیکھتے ہوئے اپنی موت سے کھیلنے والی بات تھی، لیکن اس کے باوجود اتنی بڑی مخالفت اور عداوت کے مقابلے کے لیے حضور ﷺ کے پاس ایسے تین انقلاب انگیز ہتھیار تھے جن کا مخالفین کے پاس کوئی توڑ نہ تھا۔ یہ تھے معجزہ کردار، معجزۂ قرآن، اور معجزۂ کلام۔ ان میں سب سے پہلا مؤثر اور کارگر ہتھیار حضور اکرم ﷺ کا اپنا کردار تھا جو آپؐ نے قریش کے درمیان گزری ہوئی پوری چالیس سالہ زندگی میں ان کے سامنے رکھا تھا۔

| رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب |
| --- |
| سید اسعد گیلانی |

# سورۃ یوسف

(آیت:76)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝

**آیت ۷۶** ﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ﴾ ''تو آپؑ نے (تلاشی) شروع کی اُن کے بوروں کی اپنے بھائی کے بورے سے پہلے' پھر آپؑ نے نکال لیا وہ (جام) اپنے بھائی کے سامان سے۔''

﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ﴾ ''اس طرح سے ہم نے تدبیر کی یوسف کے لیے۔''

یہ ایک ایسی تدبیر تھی جس میں توریے کا سا انداز تھا اور اس سے مقصود کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اس پورے خاندان کو آپس میں ملانا تھا۔ اس تدبیر کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی طرف سے ایسا نہیں کیا تھا بلکہ اللہ نے آپؑ کے لیے یہ ایک راہ نکالی تھی۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری تھی تا کہ کسی ذہن میں یہ اشکال پیدا نہ ہو کہ ایسی تدبیر اختیار کرنا شانِ نبوت کے منافی ہے۔ یہاں پر یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اختیار بھی مطلق ہے اور اس کا علم بھی ہر شے پر محیط ہے۔ اللہ کو تو علم تھا کہ یہ عارضی سا معاملہ ہے اور اس سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

﴿مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ﴾ ''آپؑ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو روکتے بادشاہ کے قانون کے مطابق سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔''

لفظ ''دین'' کی تعریف (definition) کے اعتبار سے قرآن کی یہ آیت بہت اہم ہے۔ یہاں دِیْنِ الْمَلِكِ (بادشاہ کے دین) سے مراد وہ نظام ہے جس کے تحت بادشاہ اس پورے ملک کو چلا رہا تھا' جس میں بادشاہ اقتدارِ اعلیٰ (Sovereignty) کا مالک تھا۔ اس کا اختیار مطلق تھا' اس کا ہر حکم قانون تھا اور پورا نظامِ سلطنت و مملکت اس کے تابع تھا۔ اس حوالے سے ''دین اللہ'' کی اصطلاح بہت آسانی سے واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر اللہ کے اقتدار (Sovereignty) اور اختیار مطلق کو تسلیم کر کے پورا نظام زندگی اس کے تابع کر دیا جائے تو یہی ''دین اللہ'' کا عملی ظہور ہوگا۔ یہی وہ کیفیت تھی جو ''دین اللہ'' کے غلبے کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں پیدا ہوئی تھی اور جس کی گواہی سورۃ النصر میں اس طرح دی گئی ہے: ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ۝۱ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲﴾۔ اسی طرح آج کا دین جسے عوام کی فلاح کا ضامن قرار دیا جا رہا ہے ''دین الجمہور'' ہے۔ اس دین یا نظام میں قانون سازی کا اختیار جمہور یعنی عوام یا عوام کے نمائندوں کو حاصل ہے' وہ جسے چاہیں جائز قرار دیں اور جسے چاہیں ناجائز' اور یہی سب سے بڑا کفر اور شرک ہے۔

بہر حال اس وقت مصر میں بادشاہی نظام رائج تھا جس کو حضرت یوسف علیہ السلام بدل نہیں سکتے تھے' کیونکہ آپؑ بادشاہ تو نہیں تھے۔ آپؑ کو جو اختیار حاصل تھا وہ اسی نظام کے مطابق اپنے شعبے اور محکمے کی حد تک تھا جس کے وہ انچارج تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے لیے یہ تدبیر نکالی۔ آپؑ کے بھائیوں سے پہلے یہ اقرار کرا لیا گیا کہ جس کے سامان سے وہ پیالہ برآمد ہوگا' سزا کے طور پر اسے خود ہی غلام بننا پڑے گا اور اس طرح حضرت یوسفؑ کے لیے جواز پیدا ہو گیا کہ وہ اپنے بھائی کو اپنے پاس روک سکیں۔

﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝۷۶﴾ ''ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہتے ہیں۔ اور ہر صاحب علم کے اوپر کوئی اور صاحب علم بھی ہے۔''

یعنی علم کے لحاظ سے علماء کے درجات ہیں۔ ہر عالم کے اوپر اس سے بڑا عالم ہے اور یہ درجات اللہ تعالیٰ کی ذات پر جا کر اختتام پذیر ہوتے ہیں' جو سب سے بڑا عالم ہے۔

**فرمان نبوی ﷺ**

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

## اللہ کے سوا کسی اور کی قسم نہ کھائی جائے

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدَةَ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا یَحْلِفُ لَا وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ (رواہ ابوداود)

''حضرت سعید بن عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو حضرت عبداللہ نے اس کو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے مشرکوں جیسا کام کیا۔''

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فساد فی الارض

جس طرح ہر غور وفکر کرنے والا انسان یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان کا قیام ایک معجزہ ہے یعنی یہ مشیت ایزدی تھی۔ اُسی طرح موجودہ داخلی اور خارجی صورت حال کا صحیح ادراک رکھنے والا ذی شعور انسان یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان کی بقا بھی ایک معجزہ ہی کی متقاضی ہے اور مشیت ایزدی ہی اس کی وحدت اور سلامتی کو برقرار رکھ سکتی ہے۔ خیالی اور تصوراتی دنیا میں بسیرا کرنے والے بعض حضرات اسے مایوسی قرار دیتے ہیں۔ پاک وطن سے پیار کرنے والے ان لوگوں کا خلوص اور محبت اپنی جگہ قابل داد ہے لیکن آرزوئیں اور خواہشات اگر زمینی حقائق سے بالکل مختلف ہوں تو بعض اوقات نتائج بم بن کر پھٹتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ مایوسی نہیں فکر مندی ہے' یہ اظہار تشویش ہے کہ پانی سر سے گزرنے کو ہے۔ وطن عزیز کو جس نوع کے خطرات لاحق ہیں اس کی سلامتی اور وحدت کا قائم رہ جانا ہمیں اپنے کرتوتوں کے سبب، اپنی بداعمالیوں اور اپنی کہہ مکرنیوں کی وجہ سے انتہائی مشکل نظر آ رہا ہے۔ دین داری' زہد وتقویٰ اور پرہیزگاری تو بہت دور کی بات ہے دیانت اور صداقت کے عام معیار کے حوالے سے عوام وخواص میں کوئی صاحب کردار نظر نہیں آتا۔ کسی لیڈر میں محمد علی جناح کی جھلک نہیں۔ کوئی سردار عبدالرب نشتر کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ کوئی لیاقت علی خاں جیسا مخلص نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ ناظم الدین جیسا سیدھا سادا اور بھولا بھالا بھی نظر نہیں آتا، جو قومی خزانے کے تقدس کا اتنا قائل تھا اور اس حوالے سے آخرت میں جوابدہی سے اتنا خوفزدہ رہتا تھا کہ وزیر اعظم ہاؤس کی روشنیاں یہ کہہ کر خود بجھایا کرتا تھا کہ اس کا بھی حساب دینا پڑے گا۔ اس سوچ، اس فکر، اس طرزِ عمل پر اللہ رب العزت کی رحمت نے جوش مارا اور محض سات سال کی انسانی کوششوں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ہم ناخلفوں کو دو حصوں پر مشتمل ایک ملک عطا فرما دیا۔ یاد رہے کہ پاکستان انسانی تاریخ کا واحد ملک تھا جو اپنے دو حصوں کے درمیان گیارہ سو میل کا جغرافیائی فصل رکھتا تھا۔ لیکن چوبیس (24) سال میں ہی ہماری پیٹھ پر عذاب الٰہی کا پہلا کوڑا برسا اور یہ دو حصے دشمنی اور نفرت کے ماحول میں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ آہ بدنصیبی کہ ہم نے اس سانحہ سے کوئی سبق نہ سیکھا، کوئی عبرت حاصل نہ کی، ہم نے مڑ کر دیکھنے کی زحمت نہ کی، اس حادثہ کا پوسٹ مارٹم کر کے اصلاح کی کوئی تدبیر نہ کی۔

2001ء تک ہم اسی انداز سے اپنے ہدف کی مخالف سمت میں بڑھتے چلے گئے۔ چھوٹے چھوٹے حادثات رونما ہوتے رہے۔ لیکن ہم صراطِ کج پر آگے بڑھتے چلے گئے۔ پھر عالمی سطح پر امریکہ اور اُس کے حواریوں نے نائن الیون کے نام سے ایک ڈرامہ رچایا۔ مقصد یہ تھا کہ اس دہشت گردی کو آڑ بنا کر عالم اسلام پر فیصلہ کن ضرب لگائی جائے۔ یہ ایک پوشیدہ منصوبہ تھا لیکن وقت کے فرعون کے دل کی بات زبان پر آ گئی۔ اُس نے امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ کر دیا اور اسے کروسیڈ یعنی صلیبی جنگ بھی قرار دے دیا۔ یہ تھا وہ وقت جب ہم نے اپنی تباہی وبربادی کو خود آواز دی' پرائی آگ کو گھسیٹ کر اپنے آنگن میں لے آئے اور اب اُس آگ میں بری طرح جھلس رہے ہیں۔ ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے گھر میں لگی آگ پر تیل کو پانی کہہ کر چھڑکتے جا رہے ہیں۔ آگ بھی تیز تر ہوتی جا رہی اور ہمارا پورا جسم اس میں جھلس رہا ہے۔ ہم قاتل بھی ہیں اور مقتول بھی' ہم ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی۔ گزشتہ 12 سالوں پر نگاہ ڈالیں ہم پر عذاب قطار اندر قطار نازل ہو رہے ہیں۔ زلزلے کا عذاب' سیلاب کا عذاب اور دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ کا عذاب' کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کا عذاب' بلوچستان میں ریاست کے خلاف بغاوت کا عذاب' ریاستی اداروں کے تصادم کا عذاب' اور اہم ترین بات یہ ہے کہ آصف علی زرداری کی صورت میں بدترین حکمران کے مسلط ہونے کا عذاب۔ ابھی داخلی سطح پر یہ عذاب جاری تھے اور آنے والے انتخابات میں آصف زرداری سے نجات حاصل ہونے کے تھوڑے سے امکانات پیدا ہوئے تھے۔


تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

8 تا 14 جنوری 2013ء — جلد 22
25 صفر المظفر تا یکم ربیع الاوّل — شمارہ 2

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000

فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700

فون: 03-35869501 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------------(2000 روپے)

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر

"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے



"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

لوڈشیڈنگ‘ مہنگائی اور بے روزگاری کی ماری ہوئی عوام نئی حکومت سے جھوٹی سچی امیدیں باندھ رہے تھے کہ ڈُہری شہریت اور دہرے روپ کے حامل شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر علامہ طاہر القادری کینیڈا سے انتخابی نظام میں اصلاحات کا نعرہ لے کر تشریف لے آئے اور دوسرے دہری شہریت اور کئی روپ کے حامل الطاف حسین جو پاکستانیوں کے لئے حق پرستی کا علم اٹھائے کئی برسوں سے برطانیہ میں مقیم ہیں اُنہوں نے علامہ کی آواز کے ساتھ آواز ملائی۔ 23 دسمبر کو مینار پاکستان لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ اسلام جو سادگی اور کفایت کی تعلیم دیتا ہے، اور اللہ کی کتاب جو اسراف سے بچنے کی تاکید کرتی ہے اور تبذیر کے مرتکب کو شیطان کا بھائی قرار دیتی ہے، اُس اسلام کے شیخ ہونے کے دعوے دار نے پاکستان کی تاریخ کا مہنگا ترین جلسہ کیا۔ تشہیر پر بے دریغ بلکہ اندھا دھند دولت لٹائی گئی اور 14 جنوری کو اسلام آباد کی طرف مارچ کا اعلان فرما دیا۔

یقیناً آج کے دور میں مطالبات منوانے کا پُرامن طریقہ عوامی طاقت کا اظہار ہے۔ پرامن مارچ ہے‘ مظاہرہ اور دھرنا سب کچھ درست ہے۔ لیکن اے کاش شیخ الاسلام اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کرتے‘ باطل اور طاغوتی نظام کو ختم کرنے کا مطالبہ کرتے‘ سود کی لعنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا مطالبہ کرتے‘ عریانی بے حیائی اور فحاشی کا قلعہ قمع کرنے کا مطالبہ کرتے‘ شعائر اسلام کی عزت و توقیر کا مطالبہ کرتے اور حق کی بات تو یہ ہے کہ پاکستان کو مکمل طور پر اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا مطالبہ کرتے تو خدا کی قسم اُنہیں اسلام کے حوالہ سے پاکستان کی زرخیز زمین سے لاکھوں ایسے جاں نثار مل جاتے کہ جہاں شیخ الاسلام کا پسینہ گرتا وہ اپنا خون بہا دیتے لیکن شیخ الاسلام نے انتخابی نظام میں اصلاح اور مغربی جمہوریت کے تسلسل کا نعرہ لگا کر سب کچھ بہت ارزاں‘ بہت ہی ارزاں فروخت کر دیا۔ اگرچہ تنظیم اسلامی روزِ اول سے انتخابی سیاست اور پاور پالیٹکس بذریعہ انتخابات سے اعلانِ براءت کئے ہوئے ہیں۔ ہمارا موقف روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ انتخابات نظام نہیں بدل سکتے‘ اس سے محض چہرے بدلتے ہیں اور اسلام کا نفاذ خصوصاً پاکستان میں انتخابی سیاست سے ممکن نہیں۔ لیکن ہمارا شروع ہی سے یہ موقف بھی ہے کہ جب تک اسلامی انقلاب اپنی تکمیل کو نہیں پہنچتا اور جب تک انقلابی قیادت ریاست کی بھاگ ڈور سنبھال نہیں لیتی، اُس وقت تک کسی نوع کی آمریت کی بجائے انتخابات کے ذریعے وجود میں آنے والی حکومت کا قیام ملک کے لئے ضروری ہے کہ یہ طرز حکومت فوجی آمریت سے بہر حال قدرے بہتر ہے۔ یعنی ہم اسے وقتی طور پر ناگزیر برائی کی حیثیت سے قبول کریں گے یا یوں کہہ لیں کہ چھوٹی برائی سمجھ کر قبول کریں گے۔ اسی موقف کی بنیاد پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اب جبکہ انتخابات سر پر ہیں کوئی تحریک محض انتخابی نظام کی تبدیلی کے حوالہ سے اٹھانا فساد فی الارض کے ذیل میں آتا ہے۔

آخر میں ہم لوگوں کے ذہن میں ابھرنے والے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کریں گے کہ اس فساد کی پشت پناہی کون کر رہا ہے۔ ہماری رائے میں اس مرتبہ ملکی اسٹیبلشمنٹ کا اس ہنگامے کو برپا کرنے میں کوئی ہاتھ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد شیطانِ بزرگ امریکہ کو پاکستان میں پرویز مشرف کی صورت میں بے ضمیر انسان مل گیا جس نے بے چون وچرا امریکی عزائم کی تکمیل میں مکمل تعاون کیا۔ بعد ازاں انہیں آصف زرداری مل گیا جو امریکیوں کو تعاون کرنے کے معاملے میں پرویز مشرف کو بھی مات کر گیا، لیکن عوامی ردعمل امریکہ اور امریکہ کے ان دونوں ایجنٹوں کے خلاف بڑی شدت سے سامنے آیا۔ لہٰذا اگلے انتخابات میں کسی ایسی جماعت یا لیڈر کی کامیابی کے امکانات نہیں ہیں جو پرویز مشرف اور زرداری جیسا مکمل تعاون فراہم کرے۔ لہٰذا عالمی اسٹیبلشمنٹ خصوصاً امریکہ یہاں انتخابات کا عمل ہی درہم برہم کرنا چاہتا ہے۔ وہ اب ملک میں انارکی پھیلا کر اپنے عزائم کی تکمیل چاہتے ہیں۔ اگرچہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ خود آصف زرداری کے ایما پر یہ سارا کھیل کھیلا جا رہا ہے کہ وہ اگلا انتخاب جیتنے کی پوزیشن میں نہیں، لیکن ہمیں اپنی اس رائے پر زیادہ اعتماد ہے کہ شیطانِ بزرگ نے اپنی گود میں بیٹھے (یعنی کینیڈا اور برطانیہ میں مقیم) دو لیڈروں کو یہ کام سونپا ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اسلام اور پاکستان کے دشمن ناکام ہوں اور پاکستان میں ایک بڑی تحریک صرف اور صرف اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کے لیے برپا ہو۔ آمین یارب العالمین

## بیابہ مجلس اسرار

### آزمائش ناگزیر ہے!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ١٥٥﴾ (سورۃ البقرۃ)

’’اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے اور (اے نبیؐ) بشارت دیجیے ان صبر کرنے والوں کو۔‘‘

دیکھ لو جس راہ میں تم نے قدم رکھا ہے یہاں اب آزمائشیں آئیں گی‘ تکلیفیں آئیں گی۔ رشتہ دار ناراض ہوں گے‘ شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق ہوگی‘ اولاد والدین سے جدا ہوگی‘ فساد ہوگا‘ فتور ہوگا‘ تصادم ہوگا‘ جان ومال کا نقصان ہوگا۔ ہم خوف کی کیفیت سے بھی تمہاری آزمائش کریں گے اور بھوک سے بھی۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے کیسی کیسی سختیاں جھیلیں اور کئی کئی روز کے فاقے برداشت کیے۔ غزوۂ احزاب میں کیا حالات پیش آئے ہیں! اس کے بعد جیش العسرۃ (غزوۂ تبوک) میں کیا کچھ ہوا ہے! پس راہِ حق میں مالی اور جانی نقصان بھی ہوں گے اور ثمرات کا نقصان بھی ہوگا۔ ’’ثمرات‘‘ یہاں دو معنی دے رہا ہے۔ مدینہ والوں کی معیشت کا دارومدار زراعت اور باغبانی پر تھا۔ خاص طور پر کھجور ان کی پیداوار تھی‘ جسے آج کی اصطلاح میں cash crop کہا جائے گا۔ اب ایسا بھی ہوا کہ فصل پک کر تیار کھڑی ہے اور اگر اسے درختوں سے اتارا نہ گیا تو ضائع ہو جائے گی‘ اُدھر سے غزوۂ تبوک کا حکم آ گیا کہ نکلو اللہ کی راہ میں! تو یہ امتحان ہے ثمرات کے نقصان کا۔ اس کے علاوہ ثمرات کا ایک اور مفہوم ہے۔ انسان بہت محنت کرتا ہے‘ جدوجہد کرتا ہے‘ ایک کیریئر اپناتا ہے اور اس میں اپنا ایک مقام بنا لیتا ہے۔ لیکن جب وہ دین کے راستے پر آتا ہے تو کچھ اور ہی شکل اختیار کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ اپنی تجارت کے جمانے میں یا کسی پروفیشن میں اپنا مقام بنانے میں اُس نے جو محنت کی تھی وہ سب کی سب صفر ہو کر رہ جاتی ہے‘ اور اپنی محنت کے ثمرات سے بالکل تہی دامن ہو کر اسے اس وادی میں آنا پڑتا ہے۔

(ماخوذ از: بیان القرآن جلد اوّل)

## کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے!

# مرتے وقت کی آرزو،
# جو پوری نہ ہوگی

**مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 28 دسمبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

[سورۃ المومنون کی آیات 84 تا 100 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ المومنون کی آخری آیات تلاوت کی ہیں۔ پچھلے ماہ بھی تذکیر بالقرآن کے حوالے سے اسی سورت کے ابتدائی اور درمیانی حصوں پر بیان ہوا تھا۔ آج اس سورت کے آخری حصہ پر گفتگو ہوگی ان شاء اللہ۔ تذکیر بالقرآن کے حوالے سے یہ بہت اہم مقام ہے۔ جمعہ کا اصل مقصد ہی تذکیر ہے۔ تذکیر کیا ہے؟ اُن حقائق کی یاددہانی جو انسانی فطرت میں ودیعت شدہ ہیں، جنہیں فطرت جانتی اور پہچانتی ہے، مگر مادی حجابات کی بنا پر بالعموم انسان اُنہیں دیکھ نہیں سکتا۔ قرآن جب ان حقائق کی یاددہانی کراتا ہے تو وہ لوگ جن کا نورِ فطرت صاف شفاف ہو، تھوڑی سی تذکیر بھی اُن پر اِن حقائق کو منکشف کر دیتی ہے۔ رہے وہ لوگ جن پر تعصبات اور جاہلانہ نظریات کے حجابات بہت پختہ ہوں، جن کی وجہ سے وہ ان حقائق تک نہیں پہنچ سکتے، قرآن ان کے حجابات اور غلافوں کو توڑنے کے لئے مختلف انداز میں اُن پر ضرب لگاتا ہے، تاکہ وہ غلاف چاک ہوں اور نورِ وحی اندر داخل ہو اور نورِ وحی اور نورِ فطرت قلب انسانی کو نورِ ایمانی سے منور کر دیں۔ مادی حجابات اور غلافوں کو توڑنے کے لئے تذکیر بالقرآن سے زیادہ مؤثر شے اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، وہ ان پردوں کو چاک کر دیتا ہے۔ اِسی لئے آپؐ کو اور آپؐ کی وساطت سے تمام داعیانِ حق کو حکم ہوا کہ ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ﴾ (ق:45) ''اس قرآن کے ذریعے تذکیر اور یاددہانی کیجئے''۔ تذکیر و یاددہانی کی ایک نہایت خوبصورت مثال سورۃ المومنون کی یہ آخری آیات ہیں۔ آیئے، ان کا مطالعہ کریں۔ فرمایا:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (٨٤) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (٨٥)﴾

''کہو اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) زمین اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) کس کا مال ہے۔ جھٹ بول اٹھیں گے کہ اللہ کا۔ کہو کہ پھر تم سوچتے کیوں نہیں۔''

قرآن قیامت تک تمام نوعِ انسانی کے لئے ہدایت ہے، تاہم اس کے اولین مخاطب مشرکین عرب تھے۔ اُن کے بارے میں فرمایا کہ اے نبی ﷺ آپؐ شرک کی آلائشوں سے اَٹے ہوئے ان لوگوں سے پوچھئے کہ زمین اور اس کی موجودات کا مالک کون ہے؟ تو یہ بدترین مشرکانہ نظام کے حامل ہونے کے باوجود یہ کہیں گے کہ زمین و آسمان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ یہ فطرتِ انسانی کی پکار ہے۔ یہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے جو بت تراش رکھے ہیں، وہ کائنات کے خالق و مالک نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جب کبھی سمندر میں مشکل میں گرفتار ہوتے ہیں، ان کی کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو اُس وقت سب معبودانِ باطلہ کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے۔ آپ ان سے کہئے کہ اگر تم اس بات کو مانتے ہو کہ ہر چیز کا مالک اللہ ہے، سب کچھ اسی کا ہے تو پھر تمہارے شرک کے لئے کیا بنیاد باقی رہ جاتی ہے۔ پھر اپنی آنکھیں کیوں نہیں کھولتے۔ پھر اس کے منطقی نتائج کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ یہ محض مشرکین مکہ کا معاملہ نہ تھا، بلکہ دنیا میں جتنے بھی آسمانی مذاہب کے ماننے والے ہیں، وہ سب یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ یونانیوں کے ہاں بھی gods اور godess تو بےشمار ہیں، مگر بڑی G سے لکھی جانے والا God ایک ہی ہے۔ اسی طرح ہندوستاں کے ہندو بھی اگرچہ بےشمار دیوی دیوتاؤں کے پجاری ہیں مگر اُن کے ہاں بھی مہادیو ایک ہی ہے۔ ان سب لوگوں کا المیہ یہ ہے کہ ایک اللہ کو ماننے کے باوجود اُس کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی اور ہستیاں بھی صاحب اختیار ہیں، کوئی اور بھی مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔ لہٰذا ہمیں اُس کے آگے بھی سر جھکانا اور نذر و نیاز پیش کرنی چاہئے۔ گویا شرک کی اصل اساس اور بنیاد یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا، اس کی قدرت اور صفات کاملہ کو نہ سمجھ پائے۔ آگے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (٨٦) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (٨٧)﴾

''(ان سے) پوچھو کہ سات آسمانوں کا کون مالک ہے اور عرش عظیم کا (کون) مالک ہے؟ بےساختہ کہہ دیں گے کہ (یہ چیزیں) اللہ ہی کی ہیں۔ کہو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔''

قرآن حکیم نے اتنے تیقن کے ساتھ جب یہ بات کہی تو مشرکین مکہ میں سے کسی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا، یہ نہیں کہا کہ (نعوذ باللہ) ہماری طرف غلط بات منسوب کی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ وہ اس حقیقت کو ماننے پر مجبور تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات اور عرش کا مالک ہے۔ تو اے نبی، ان سے کہہ دیجئے کہ جب تمہارا جواب یہ ہے تو پھر اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو۔

﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (٨٨) سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (٨٩)﴾

''کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو (بتاؤ کہ) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ فوراً کہہ دیں گے (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے۔ کہو کہ پھر تم پر جادو کہاں سے پڑ جاتا ہے۔''

یعنی آپ اُن سے یہ پوچھیں کہ کس کے ہاتھ میں

ہر چیز کی حکومت اور اختیار ہے؟ کون اس کائنات کا نظام چلا رہا ہے تو وہ یہی جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہر چیز پر اُسی کی حکومت ہے۔ تو پھر ان سے کہیے کہ ان حقائق کو ماننے کے باوجود تم بالکل بے تکی باتیں کیوں کہتے ہو۔ پھر اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے، جس طرح کہ ایمان کا تم سے تقاضا کیا جاتا ہے، اس کے ساتھ شرک کیوں کرتے ہو۔

﴿بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۹)﴾

"ثابت یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق پہنچا دیا ہے اور یہ (جو بت پرستی کیے جاتے ہیں) بے شک جھوٹے ہیں۔"

دلائل و شواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ اُن سے کہا جا رہا ہے وہ حق اور سچ ہے، مگر یہ لوگ اس پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں۔ یہ حق اور سچ کی بجائے جھوٹے خیالات اور نظریات کے پیروکار ہیں، لہٰذا یہ جھوٹے ہیں۔ ایمان کیا ہے؟ ایمان کائنات کے بنیادی حقائق کو ماننے کا نام ہے جن کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہے۔ رب کون ہے؟ مالک کون ہے؟ اس کی قدرت کیا ہے؟ انسان کو پیدا کیوں کیا گیا ہے؟ اس کا مقصد حیات کیا ہے؟ یہ وہ بنیادی سوالات ہیں جو کائنات کے اصل حقائق سے متعلق ہیں۔ ان کا جواب ایمان و عقیدہ دیتا ہے۔ پیغمبر انہی حقائق سے مطلع کرنے آتے ہیں۔ افسوس کہ آج مغرب کی مادہ پرستی اور الحاد کے سبب (جس نے عیسائیت کے جبر کے ردعمل میں جنم لیا ہے) ان سوالوں کا جواب دینے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر معقول انسان کے ذہن میں اُٹھتے ہیں، لیکن دجالی تہذیب اور مادہ پرستی کا فلسفہ یہ سکھاتا ہے کہ انہیں نظرانداز کر دو۔ زندگی تو بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ مرنے کے بعد مٹی ہو جانا ہے۔ لہٰذا آخرت کے تصورات سے جان چھڑاؤ اور دنیا کو زیادہ سے زیادہ پُر لطف بناؤ۔ یہی دجالیت کا فریب ہے؟ یہ فلسفہ آج پورے کرۂ ارضی پر مسلط ہے کہ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ علامہ اقبال نے اسی دجالی فکر اور مادہ پرستانہ مغربی تہذیب پر تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

یعنی آج کا انسان ستاروں کی گزرگاہوں کو ڈھونڈ رہا اور سورج کی شعاعوں کو گرفتار کر رہا ہے، لیکن انسان اور کائنات سے متعلق بنیادی سوالات کے جوابات سے بے خبر ہے۔ وہ ان سوالوں کو دانستہ نظرانداز کر رہا ہے، حالانکہ مشاہدہ کائنات کا منطقی تقاضا تو یہ ہے کہ جس قدر یہ مشاہدہ گہرا ہو اُسی قدر اللہ کی قدرت اور اس کی صفات کمال پر ایمان اور گہرا ہونا چاہیے۔

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (۹۱)﴾

"اللہ نے نہ تو کسی کو (اپنا) بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ یہ لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں اللہ اس (شرک) سے پاک ہے۔"

شرک کا ایک نہایت بھونڈا انداز یہ ہے کہ کسی کو اللہ کا بیٹا یا بیٹی کہا جائے۔ آسمانی مذاہب میں عیسائیت کے پیروکار اسی شرک میں مبتلا ہوئے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ اسی طرح مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس نوع کے ہر شرک کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا۔ اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اور کوئی اللہ نہیں، کوئی اور صاحب اختیار نہیں۔ اگر ایک سے زیادہ اللہ ہوتے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ ان میں باہمی کشمکش اور رسہ کشی ہوتی اور نتیجتاً نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں فرمایا گیا کہ "اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اللہ مالک عرش ان سے پاک ہے۔" (آیت:22)

﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۹۲)﴾

"وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور (مشرک) جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں (اس کی شان) اس سے بلند ہے۔"

ایک طرف اُس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ پوری کائنات اس کی مٹھی میں ہے۔ کوئی شے اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں۔ دوسری طرف اس کا علم بھی کامل ہے۔ وہ چھپے اور ظاہر دونوں کا عالم ہے۔ وہ تمہارے سینوں کے اندر چھپے ہوئے عزائم، امنگوں اور وسوسوں سے بھی آگاہ ہے۔ وہ ان چیزوں سے بہت بلند و برتر ہے، جنہیں لوگ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ کہاں وہ اللہ خالق کائنات اور کہاں بے بس و لاچار ہستیاں۔ اللہ کے مقابلے میں کسی کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ اس کا اختیار، علم، قدرت ہر صفت مطلق ذاتی اور لامحدود ہے۔ کسی اور کے پاس اگر کوئی صفت، کوئی قوت اور کوئی قدرت ہے بھی تو وہ اس کی ذاتی

## پریس ریلیز 4 جنوری 2013ء — حافظ عاکف سعید

### ملا نذیر کی شہادت پر یہ تبصرہ کہ وہ پاکستان کے حوالے مثبت سوچ کے حامل تھے در حقیقت اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ پاکستانی طالبان میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو پاکستانی مفادات کو نقصان نہیں پہنچاتے

پاکستان کرکٹ ٹیم کی بھارت میں فتح کو میڈیا میں جس طرح اچھالا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے یہی ہمارا حقیقی قومی مسئلہ تھا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک ایسی قوم جو داخلی اور بیرونی خطرات میں بُری طرح گھری ہوئی ہے اُس کا کھیل میں فتح پر یوں جشن منانے سے قومی سوچ کے معیار کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کھیلوں کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن علم و ہنر میں ترقی کرنا سیاسی اور معاشی سطح پر مستحکم ہونا ملک میں عدل انصاف کا بول بالا کرنا اور امن و امان کا قیام کہیں زیادہ ضروری ہے۔ طالبان کے رہنما مولوی نذیر کی ڈرون حملہ میں شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس بات کا اعتراف کہ وہ پاکستان کے حوالہ سے بڑی مثبت سوچ کے حامل تھے اور اُنہوں نے اپنی جنگی کاروائیوں کو صرف افغانستان تک محدود کیا ہوا تھا، درحقیقت اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ پاکستانی طالبان میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو پاکستانی مفادات کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ اس تمام ظلم و ستم کے باوجود جو اُن سے روا رکھا جاتا ہے پاکستان کے مفاد کے خلاف کام نہیں کرتے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرو اشاعت، تنظیم اسلامی)

نہیں، اللہ کی عطا کردہ ہے اور محدود ہے۔ اس پر بھی اللہ کا پورا کنٹرول ہے۔ وہ جب چاہے اس صفت اور صلاحیت کو لے لے۔ غیر اللہ کو اللہ کے برابر لا بٹھانا بہت بڑی زیادتی اور ناانصافی ہے۔ اس لئے قرآن کہتا ہے کہ:﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۱۳)﴾ (لقمان)

''بے شک شرک تو بہت بڑا ظلم ہے۔''

آگے خطابی انداز ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو ایک دُعا تلقین کی جا رہی ہے اور اس میں اُن تمام لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہے جو دین کی دعوت دوسروں تک پہنچا رہے ہوں۔ فرمایا:

﴿قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ (۹۳) رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۹۴)﴾

''کہو کہ اے پروردگار جس عذاب کا ان سے وعدہ ہوا ہے اگر تو میری زندگی میں ان پر نازل کر کے مجھے بھی دکھائے تو اے پروردگار مجھے (اس سے محفوظ رکھیو اور) ان ظالموں میں شامل نہ کیجیو۔''

رسولوں کی قوموں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا رہا ہے کہ جب وہ حق کی تکذیب کرتیں تو ان پر عذاب استیصال آ جاتا تھا، اور یوں پوری قوم ہلاک کر دی جاتی تھی۔ اس عذاب سے گنتی کے چند لوگ ہی بچتے تھے جو رسول کی دعوت پر ایمان لے آتے تھے۔ یہاں آپ کو اور آپؐ کی وساطت سے ہر داعیِ دین کو یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ یہ دُعا مانگے کہ خدایا جب ظالموں اور دعوت حق کی کھلم کھلی مخالفت کرنے والوں پر تیرا عذاب عام نازل ہو تو الٰہی مجھے اس کے ذیل میں شامل نہ کرنا۔ مجھے اُس عذاب سے بچالینا۔

﴿وَاِنَّا عَلٰٓي اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ (۹۵)﴾

''اور جو وعدہ ہم ان سے کر رہے ہیں، ہم تم کو دکھا کر ان پر نازل کرنے پر قادر ہیں۔''

آگے فرمایا:

﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ (۹۶)﴾

''اور بُری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔''

یہ بھی نبی ﷺ اور آپؐ کی وساطت سے ان تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے بعد اللہ کا یہ پیغام پہنچانا ہم مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ جو شخص جس جگہ ہے اُسے چاہیے کہ وہاں دعوت پہنچائے اور بالآخر ہمیں پوری نوع انسانی تک یہ پیغام پہنچانا ہے۔ اگر لوگ اس سے دور ہٹے ہوئے ہوں، حق بات سننے کو تیار نہ ہوں، حق کی مخالفت کر رہے ہوں، پھر بھی داعیِ دین سے تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنا کام جاری رکھے۔ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ بھلائی سے دے۔ مخالفین تو بہرحال مخالفت کریں گے، گالیاں دیں گے، برا بھلا کہیں گے، طعنے دیں گے، جسمانی ایذا بھی دیں گے، لیکن ان کا جواب اُسی انداز سے نہیں دینا بلکہ اس طور سے دفاع کرنا ہے جو بہترین ہو۔ بہترین دفاع کیا ہے؟ یہ کہ ان کی گالی کے جواب میں انہیں دعا دی جائے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ رسید کرے تو دوسرا پیش کر دو۔ یہ مرحلۂ دعوت کا تقاضا ہے۔ اس مرحلہ پر یہی حکم ہوتا ہے کہ ﴿كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ﴾ ''اپنے ہاتھ بندھے رکھو۔'' تیرہ سالہ مکی دور میں مسلمانوں کا یہی معاملہ تھا۔ اُن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اگرچہ جب مدینہ ہجرت ہوئی تو پھر ہاتھ کھول دیئے گئے، اور جہاد فرض کر دیا گیا لیکن اس سے پہلے مرحلہ دعوت میں یہی تقاضا تھا کہ ہر قسم کی سختیوں پر صبر کرو۔ کفار کی بدکلامی کے جواب میں انہیں دعا دو، ان سے کلمہ خیر کہو۔ ان کی برائی کے جواب میں جو بہترین سے بہترین انداز اپناؤ۔ اس لئے کہ انہیں اخلاقی مار دینی ہے۔ نبی رحمت ﷺ کا یہی انداز تھا۔ کفار آپؐ کے خلاف غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں، کوئی ساحر کہتا، کوئی مجنون کہتا، کوئی شاعر کہتا مگر آپؐ کو حکم تھا کہ آپؐ اس پر صبر کیجئے، اس لئے کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

﴿وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ (۹۷) وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ (۹۸)﴾

''اور کہو کہ اے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے پروردگار اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔''

دعوت حق کے ایک تو مخالفین خارج میں ہوتے ہیں اور اس کا ایک مخالف شیطان ہے جو اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ جو شخص بھی حق بات کہے اور صراط مستقیم کی طرف بلائے گا، شیطان اسے ورغلانے کی کوشش کرے گا۔ شیطان نے تو اپنا کام ضرور کرنا ہے۔ اس کے بے شمار ہتھکنڈے ہیں۔ اس کے پاس ہزاروں طریق واردات ہیں۔ وہ مختلف انداز سے آئے گا کوئی شخص اپنے بل پر شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اُس کے مقابلہ کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کی جائے کہ پروردگار شیطان کے حملے سے تو محفوظ رکھ۔

﴿حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (۹۹) لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ﴾

''(یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی تو کہے گا کہ اے پروردگار مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے، تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔''

جب موت سرہانے کھڑی ہو گی، فرشتۂ اجل آدھمکے گا اور یقین ہو جائے گا کہ اب تو دنیا سے رخصتی ہے، تو اس وقت آدمی کہے گا کہ اے پروردگار مجھے واپس لوٹا دے، مجھے کچھ اور موقع مل جائے، تاکہ میں اچھے اعمال کر سکوں، جو کچھ میرے پاس ہے سب اللہ کی راہ میں دے دوں۔ قرآن مجید نے کئی جگہ اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت احساسات یہ ہوں گے، اور قیامت میں پہنچ کر بھی انسان کی سب سے بڑی حسرت یہ ہو گی کہ پروردگار مجھے ایک اور موقع دے دے، پھر میں ایمان کے سب سے اونچے درجے تک پہنچ کر دکھاؤں گا۔ لیکن مرتے وقت کی اور نہ آخرت کی یہ آرزو پوری ہو گی۔ اللہ فرمائے گا:

﴿كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۱۰۰)﴾

''ہرگز نہیں ایک (ایسی) بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہو گا (اور اس کے ساتھ عمل نہیں ہو گا) اور ان کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ) اس دن تک کہ (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے (رہیں گے)۔''

ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اب اس کی آرزو پوری نہیں ہو گی۔ یہ ایک بات ہے جو اس نے کہہ دی ہے۔ ایک آرزو ہے جو اس کی زبان پر آ گئی ہے۔ ایک عرض تمنا ہے جو وہ کر رہا ہے۔ لیکن اس کی بات کی کوئی شنوائی اور کوئی پذیرائی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سینکڑوں رسول اور لاکھ سے زیادہ پیغمبر اسی حقیقت کو بیان کرنے کے لئے بھیجے، کہ یہ مہلت عمر کسی بھی لمحے ختم ہو جائے گی۔ جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ اس سے فائدہ اٹھا لو مگر تو اس کو سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ اب تیری بات ہرگز مسموع نہ ہو گی۔ اب تیری دنیا سے رخصتی ہو رہی ہے، لیکن بات یہ ہے کہ تمہیں براہِ راست عالم آخرت میں نہیں پہنچنا۔ یہاں سے رخصتی کے بعد برزخ کا مرحلہ ہے۔ ایک عالم دنیا ہے اور ایک عالم آخرت۔ بیچ میں ایک آڑ ہے جو دونوں کو جدا کرنے والی ہے۔ یہ برزخ ہے۔ برزخی زندگی کی کیفیت کیا ہو گی؟ اس کی اصل حقیقت ہم نہیں جان سکتے۔ تاہم کسی حد تک یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ کہ جیسے ہم خواب میں کسی اچھی یا بُری کیفیت میں ہوتے ہیں، اسی طرح یہ برزخ کا عرصہ بھی گزرے گا۔ یہ بھی ایک طرح کی نیند ہو گی جس کے بعد پھر سے جگایا جائے گا، اور ہم میدان حشر میں ہوں گے۔

(واللہ اعلم) [مرتب: ابو اکرام]

# تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان مشرف کے دور سے جو مشرف بہ امریکا ہونا شروع ہوا تھا، اس کی تکمیل زرداری دور میں جاری ہے۔ ''ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو'' میں پورا رنگ اس دور میں بھر گیا۔ آج بصد معذرت، پاکستان اس حال میں ہے کہ پاگلوں اور پاگل خانوں سے متعلق بہت ساری حکایتیں اس پر فٹ بیٹھتی ہیں۔ صرف ایک دیکھ لیجیے۔ ایک پاگل خانے کی دیوار پر ایک شخص نے دو دروازے مارکر سے لکیریں کھینچ کر بنا دیئے۔ دو پاگل آدھا دن سے دھکے دے دے کر ہلکان ہو رہے تھے کہ دروازہ کھل جائے۔ جب کہ ایک شخص بڑا مدبر بنا دور بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ پوچھا گیا آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ حضرت بولے: ''یہ پاگل دھکا لگا کر دروازہ کھولنے کے زعم میں مبتلا ہیں جب کہ دروازے کی چابی تو میرے پاس ہے۔'! سو کیفیت یہ ہے کہ امریکا ہماری مغربی دیوار پر 'دہشت گردی' کا دروازہ پینٹ کر گیا تھا۔ قوم کا ایک بڑا حصہ اس دروازے کو دھکا دیتا پسینے پسینے، لہولہان ہو چکا ہے۔ باقی مدبرین ہاتھ میں چابی لیے بیٹھے مسکرا رہے ہیں۔ ایسی چابیاں دیکھنا چاہیں تو ایک عدد کینیڈا سے نئی نویلی ایک ارب کی چابی شیخ الاسلام طاہر القادری لیے چلے آئے ہیں اور یہ دروازے اس سے کھل جانے کی نوید سنا رہے ہیں۔ یوں بھی، یہ دروازہ پینٹ کرنے والوں کو اپنے فتاویٰ والی روشنائی سے نواز چکے ہیں۔ جس کے نتیجے میں امریکا نیٹو تو جہاد فرما رہے ہیں اور ان کے خلاف اٹھنے والے، گردن زدنی 'دہشت گرد ہیں۔ ریاست بچانے کا نعرہ جو ان پر الہام ہوا ہے کینیڈین شہریت کے فیض سے، وہ ہے تو درست۔ مگر ریاست بچانے کے لیے پاکستان کا دروازہ کھول کر امریکا، امریکی جنگ اور اس کے لوازم کو پہلے نکال باہر کرنا ہوگا۔ پینٹ کیئے ہوئے دروازے مٹا کر چابی برداروں کو ٹھکانے ('تھاں' پر) بٹھانا ہوگا۔

بابائے قوم پر مضامین لکھ کر اور کیک کاٹ کر رسم پوری نہ کیجیے اصل کی طرف آیئے۔ سیکولر دانشوروں نے اپنے خیالات محمد علی جناح کا ٹھپہ لگا لگا کر پیش کرنے کی جو بددیانتی شروع کر رکھی ہے اس کی درستی اس لیے فوری ضروری ہے کہ ابھی وہ نسل موجود ہے جو قائد کے حقیقی تصورات سے آشنا ہے۔ اگلی نسل کو بھٹکانے، بہکانے کے لیے محمد علی جناح کی اوائل عمر کی تصادیر اور طرز حیات دکھا دکھا کر حقائق پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ تحریک پاکستان صرف اور صرف اسلام اور کلمے کے نعرے پر اٹھائی گئی۔ ہجرت اور قربانی صرف اس کے لیے دی گئی/دی جا سکتی تھی۔ علامہ اقبال اور بابائے قوم اس ضمن میں یک سو تھے۔ سیکولر دانش کے متوالوں کا اسلام اور مولوی سے بیر اپنی جگہ، مگر آخری دور میں قائد کے ہاں مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کے لیے عزت واحترام اور ان سے رہنمائی وتحریکِ پاکستان میں مدد کا خواہاں ہونا تاریخ کا حصہ ہے۔ کراچی بار ایسوسی ایشن سے 25 جولائی 1948ء کا خطاب پاکستان کے لیے رہنما خطاب ہے، جسے جھاڑ پونچھ کر قائد کی تصویر کی جگہ ہر دفتر، ایوان میں لگا دیجیے۔ رائج کر دیجیے، ریاست آج بھی بچ سکتی ہے۔ سینکڑوں صفحات پر مشتمل قرآن 'الفاروق' (جو مسلسل زیر مطالعہ رہے) سے کشید کردہ روح پر مبنی تقاریر کو ایک اکلوتی 11 اگست کی تقریر کی پھونکوں سے کیونکر بجھایا، مٹایا جا سکتا ہے۔ بار ایسوسی ایشن میں دوٹوک واضح کیا کہ: ''میں ان لوگوں کو نہیں سمجھ پایا جو جان بوجھ کر یہ پروپیگنڈا کر کے ایک نیا جھگڑا کھڑا کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلامی اصول آج بھی زندگی کے لیے موزوں اور قابل عمل ہیں جیسے کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے نافذ تھے۔'' اسی تسلسل میں آگے فرماتے ہیں: ''یہاں کئی لوگ ایسے ہیں کہ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو وہ اسے پسند نہیں کرتے۔ اسلام محض عبادات، روایات اور روحانی اعتقادات کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس سے ہر مسلمان کی دینوی زندگی میں نظم وضبط اور طرز عمل میں اعتدال وتوازن آتا ہے، حتیٰ کہ سیاست واقتصادیات میں بھی۔'' آپ کو سیاست بھی بچانی ہے اور ریاست بھی۔ سیاست کا تریاق بھی قرآن، سیرت مطہرہؐ اور ''الفاروق'' (شبلی نعمانی) میں موجود ہے اور ریاست کا بھی۔ اسلام ہی اس ملک کی بنیاد بقا ہے! سرتاپا کرپشن میں غرق سیاست دان اور خالی خزانہ، فاقہ زدہ عوام دیکھیے۔ ان کا علاج کرنے سیاستدانوں کو جاپان بھیج دیں۔ انہیں یوں بھی اسلام سے الرجی ہے۔ ان کا جاپانی علاج کروایئے انہیں بھی افاقہ ہوگا (اور ہمیں بھی)۔ یوں بھی پاکستانی سیاست دان یہاں علاج کروانے کا عادی نہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چندہ بکس سے دس ین چوری کرنے والے 66 سالہ جاپانی کو ایک سال قید کی سزا ہوئی۔ جاپان میں چوری ایک قابل سزا جرم ہے جس پر 10 سال قید ہو سکتی ہے اور حسب جرم 5 لاکھ ین جرمانہ بھی۔ چندہ بکس چونکہ اجتماعی امانت (publicmoney) کا درجہ رکھتا ہے، اس لیے ایک گونہ مماثلت ہے۔ ایک شخص کی چوری کرنے والا تو دھر لیا جائے اور قومی امانتوں (جسے اسلام میں ''مال یتیم'' کا درجہ حاصل ہے) کا خائن مناصب پر فائز کیا جائے؟ قوم کی نمائندگی کا شرف لوٹے؟ وی آئی پی کہلائے؟ عوام کو دو وقت کی روٹی کو ترستا چھوڑ کر کیمروں کی چکا چوند میں رہے، جہازوں، ہیلی کاپٹروں کے مزے لوٹے، نسلوں کے لیے بینک بیلنس اندرون ملک، بیرون ملک بھرے 18 کروڑ کا چور، 18 کروڑ کے قرضے ہڑپ (بینک لوٹ کر) کر کے انگوٹھا دکھا دینے والا؟ پاکستان میں کوئی قانون ان پر لاگو نہیں ہوتا؟ دوسری جانب اسلام سے ان کی جان اس لیے جاتی ہے کہ اس سے عمر فاروق تا ملا عمر کہانیاں وابستہ ہیں! تین براعظموں پر پھیلی سپر پاور اسلامی ریاست کے امیر المومنین کا اسوہ چودہ صدیاں پار بھی جھلملا رہا ہے۔ بیت المال میں خوشبو آئی رکھی ہے۔ اسے تولنا درکار ہے۔ خاتون اوّل سیدہ عاتکہ فرماتی ہیں کہ میں وزن کیے دیتی ہوں۔ سیدنا عمرؓ اس اندیشے سے منع فرما دیتے ہیں کہ قومی

خزانے کی یہ امانت تولنے کے دوران ہاتھوں پر لگ جائے گی اور بیوی گویا بالواسطہ اس سے فیض یاب ہوں گی! فرمایا: ''یہ ریاستی معاملات میں بددیانتی ہے۔'' (حالانکہ یوں بھی وہ خوشبو تولنے کی ماہر تھیں!) یہ ہے ''مال یتیم'' کی مانند سرکاری املاک اموال کی شدت وحدت! نزاکت اور گرفت! 1400 سال کے بعد اسی اسوہ پر فائز 49 ملکوں کی قوت کو ایمان کے ذریعے ناکوں چنے چبوانے والے ملاعمر کی ان گنت مثالیں ہیں۔ یہ ہمارے سیاست دانوں، بیش قیمت جبہ و دستار والے شیخ الاسلام سمیت مدبروں، دانشوروں کے لیے بھی ایک ڈراؤنا خواب (nightmare) ہے۔ تاہم ریاست اور سیاست کو لاحق گوناگوں بیماریوں کا علاج صرف پوری سچائی سے اس نسخے کو بروئے کار لانے میں مضمر ہے۔ پوری دنیا ہی اس وقت ایک بہت بڑے پاگل خانے کی صورت اختیار کیے ہوئے ہے۔ پاگل پن کی تمام علامتیں موجود ہیں۔ برہنگی، رشتوں کی پہچان کھو دینا (شوہر، بیوی، اولاد اور والدین) فرائض اور ذمہ داریوں سے بے بہرہ ہونا، ہر وقت اچھلتے کودتے رہنا، موقع محل سے بے نیاز ہمہ وقت راگ رنگ میں مشغولیت۔ سکون وراحت کو دنیا ترس رہی ہے جس کا علاج ہمارے پاس ہے۔ رہنما کتاب قرآن کھولیے جو شاہ کلید ہے زندگی کے ہر شعبے کے ہر دروازے کی! اس شاہ کلید کو چھپائے، تصوراتی چابیاں لیے ہوش گم کردہ بیٹھے ہیں!

بے خبر تو جوہر آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے!
ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو ترے پاس وہ ساماں بھی ہے!

❀❀❀❀

### معمار پاکستان نے کہا

''ہمیں مسلمان اقلیتی صوبوں میں اپنی قسمت پر شاکر رہنا چاہیے اور اپنے اکثریتی صوبوں میں 'پاکستان' کی شکل میں آزادی حاصل کر کے خودمختار آزاد حکومت قائم کر کے اپنی زندگی اسلامی قوانین کے مطابق گزارنی چاہیے۔''

(27 دسمبر 1940ء، احمد آباد (گجرات) کے مسلمانوں سے خطاب)



# مصر میں دستور کی منظوری

محمد سمیع

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے، بالآخر مصر کے عوام نے ایک ریفرنڈم کے ذریعے ملک کے مجوزہ دستور کی دو تہائی اکثریت سے بھی زیادہ تعداد میں منظوری دے دی۔ مصر کے مسلمان ایک طویل عرصے تک سیکولر حکمرانوں کے زیر تسلط رہے۔ جمال ناصر کے دور میں نحن ابناء فراعنہ کا نعرہ دیا گیا جو اسلام کے نظریہ قومیت سے متصادم تھا۔ اس کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک آمریت مسلط رہی جس کا آخری دور حسنی مبارک کا تھا۔ اس طویل عرصے کے جبر یہ نظام سے تنگ آ کر مصری عوام اٹھ کھڑے ہوئے اور حسنی مبارک کو ایوان اقتدار سے چلتا کیا۔ مصر کی عوامی تحریک کا سہرا الاخوان المسلمون کے سر ہے، جس نے جمال ناصر سے لے کر حسنی مبارک تک اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کے لئے بے انتہا صعوبتیں برداشت کیں اور شہادتوں پر مبنی ایک تاریخ رقم کی۔ مصری عوام کی خاموش اکثریت ان تمام حالات کا مشاہدہ کر رہی تھی، لیکن آمرانہ ادوار کے جبر نے انہیں خاموش کئے رکھا تھا۔ لہٰذا جب آمریت کے خلاف تحریک کی کامیابی کے نتیجے میں عوام کو ووٹ ڈالنے کا موقع ملا تو ان کی اکثریت نے الاخوان المسلمون کی سیاسی تنظیم ''فریڈم اینڈ جسٹس پارٹی'' کو ووٹ دیا۔

فریڈم اینڈ جسٹس پارٹی کو دستور کی منظوری تک کتنی ہی رکاوٹوں کو عبور کرنا پڑا۔ سب سے پہلی رکاوٹ تو فوج بنی۔ جب صدر کے لئے ووٹ ڈالے جا رہے تھے۔ اس وقت فوجی کونسل ملک کا انتظام سنبھالے ہوئے تھی۔ فوجی کونسل نے عدالت عظمیٰ کے فیصلے کی بنیاد پر جس نے انتخابی ضوابط کی خلاف ورزی پر پارلیمان کے انتخاب کو کالعدم قرار دے کر پارلیمان کو تحلیل کر دیا، صدر کے تمام اختیارات سیکرٹریٹ کو سونپ دیئے اور آئین سازی کا کام فوجی کونسل کے حوالے کر دیا۔ ملک کے دفاع کے لئے جنرلوں پر مشتمل اعلیٰ دفاعی کونسل بنادی اور فوج کو شہریوں کو گرفتار کرنے کے اختیارات دے دیئے۔ صدر مرسی نے اقتدار سنبھالتے ہی اس فوجی اقدام کے خلاف سپریم دستوری عدالت میں اپیل کر دی اور عدالت کے حکم پر فوج کے ذریعہ توڑی گئی پارلیمنٹ کو ایک صدارتی حکم کے ذریعے بحال کر دیا۔ آئین بنانے سے متعلق فوج کے اس حکم نامے کو مسترد کر دیا اور اعلان کیا کہ آئندہ آئین منتخب پارلیمنٹ بنائے گی۔ مصر کی سپریم انتظامی عدالت نے صدر مرسی کی جانب سے پارلیمنٹ کی تحلیل کے خلاف اپیل مسترد کر دی اور ان کی پارلیمنٹ کی بحالی کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے عبوری فوجی کونسل کی جانب سے اسمبلی کی تحلیل کا فیصلہ درست قرار دے دیا۔

دوسری رکاوٹ اس وقت سامنے آئی جب مصری عیسائیوں کے نمائندہ کلیساؤں نے آئین کی تدوین کے لئے کام کرنے والی کمیٹی کا خواتین کے حقوق اور شخصی آزادی کو کم سے کم کرنے کی کوششوں کا الزام لگا کر بائیکاٹ کر دیا۔ آزاد خیال، بائیں بازو والے اور عیسائی اراکین اسمبلی کا موقف یہ تھا کہ اسلام پسند مصر پر اپنا تصور اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ آئین کے مسودے میں اقلیتوں کی آزادی کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ عیسائی اور یہودی اپنی مذہبی روایات پر عمل کر سکیں گے۔

تیسری رکاوٹ عدلیہ کی جانب سے آئی جب انتظامی عدالت نے صدر مرسی کی جانب سے پارلیمنٹ کی تحلیل کے خلاف اپیل مسترد کر دی اور ان کے تحلیل شدہ اسمبلی کی بحالی کے فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔ جب آئین کے مسودے پر ریفرنڈم کا موقع آیا تو مصر میں سپریم آئینی عدالت کے ججوں نے اس عوامی ریفرنڈم کو غیر قانونی قرار دے دیا اور کہا کہ وہ اس ریفرنڈم کی نگرانی نہیں کریں گے۔ تاہم مصر کی سپریم جوڈیشل کونسل ریفرنڈم کی نگرانی پر رضامند ہوگئی اور بائیکاٹ کے فیصلے کو مسترد کر دیا۔

صدر مرسی نے صدر کا عہدہ سنبھالتے ہی ان

رکاوٹوں کو ہٹانے کے لئے سخت انتظامی اقدامات اٹھائے۔ جنرل طنطاوی جو حسنی مبارک کے بعد مصر کی سربراہی کر رہا تھا اسے اور دیگر جنرلوں کو برطرف کیا اور سینائی میں انتہا پسند عسکریت پسندوں کی فائرنگ سے مصری فوجیوں کی ہلاکت کے بعد انٹیلی جنس کے سربراہ کو جسے امریکہ، اسرائیل اور یورپی انٹیلی جنس کا اعتماد حاصل تھا، برطرف کردیا۔ علاوہ ازیں، صدر مرسی نے پراسیکیوٹر جنرل عبدالمجید محمود کو ایک فرمان کے ذریعے دوسری بار برطرف کیا اور ان کی جگہ طلعت ابراہیم عبداللہ کو مقرر کیا۔ اس سے قبل انہوں نے عبدالمجید محمود کو برطرف کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا تھا۔

صدر مرسی نے ایک فرمان کے ذریعے اقتدار پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے تمام اختیارات حاصل کر لئے جس کے مطابق اب کوئی بھی ان کے بنائے ہوئے قوانین، کئے گئے فیصلے اور جاری کردہ فرمان کو چیلنج نہیں کر سکے گا۔ اس کے نتیجے میں اپوزیشن نے صدر کے خلاف ایک تحریک شروع کی اور ان کے اور صدر کے حامی الاخوان المسلمون کے کارکنوں کے احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے جس کے دوران سات افراد کی ہلاکت کی خبریں ملیں، جن میں چھ صدر مرسی کے حامی تھے جس سے اس بات کی عکاسی ہوئی کہ اسلام پسند صدر مرسی کے لئے مرمٹنے کے لئے تیار ہیں۔ اس دوران صدر مرسی کے متعدد مشیروں نے استعفے دے دیئے۔ بعدازاں فوج کے فریقین پر دباؤ کے نتیجے میں اس بحران سے نمٹنے کے لئے مذاکرات ہوئے اور صدر نے اختیارات میں اضافے کا حکم نامہ واپس لے لیا اور اعلان کیا گیا کہ آئینی مسودے پر ریفرنڈم 15 دسمبر کو ہوگا۔ بعدازاں، عدالت کی دشواریوں کے پیش نظر یہ طے کیا گیا کہ ریفرنڈم دو مرحلوں میں منعقد ہوں گے اور دوسرا مرحلہ 22 دسمبر کو ہوگا۔

ان دو مراحل میں ہونے والے ریفرنڈم میں اس میں حصہ لینے والے عوام نے دو تہائی سے زیادہ اکثریت سے اس کی حمایت کی اور اس پر صدر مرسی کے دستخط کا مرحلہ بھی طے ہو چکا ہے۔ صدر محمد مرسی نے بڑی دانشمندانہ حکمت عملی کے ساتھ معاملات کو ڈیل کر کے یہ کامیابی حاصل کی ہے لیکن جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کی انقلاب مخالف قوتیں حکومت کی اس کامیابی کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کریں گی۔ آگے کیا ہوتا ہے یہ تو اللہ کی مشیت پر منحصر ہے۔

ان تمام معاملات کے تناظر میں ہمیں اپنے ملک میں، اگر کبھی اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کرتا ہے کہ اسلامی انقلاب کی جانب پیش قدمی ممکن ہو، ممکنہ رکاوٹوں کا جائزہ لینا چاہئے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ مصر میں انقلاب مخالف قوتوں میں فوج، عدلیہ اور وہاں کی عیسائی اقلیت سمیت اپوزیشن شامل ہیں۔ ہمارے ملک میں سب سے بڑی مخالف قوتیں تو وہ سیاسی پارٹیاں ہیں جن کے مفادات موجودہ نظام سے وابستہ ہیں اور صدر زرداری نے تو مصری طرز کے انقلاب کے خلاف اپنے ملک میں مخالفت کا اعلان کر ہی دیا ہے۔ جہاں تک فوج کا تعلق ہے تو یہ سب کو معلوم ہے کہ فوج کی تربیت سیکولر بنیادوں پر ہی ہوتی ہے اور ماضی قریب میں فوج کے اندر سے نظام خلافت کے حمایتیوں میں سے دو افراد کو سزائیں سنائی جا چکی ہیں جن میں اول جیسا کہ مجھے یاد پڑتا ہے جنرل ظہیر الاسلام عباسی تھے اور دوسرے بریگیڈیر علی ہیں جو مبینہ طور پر حزب التحریر کے حمایتی ہونے کے نتیجے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فوج نظام خلافت کے قیام کی مخالفت ہی کرے گی۔ رہ گئی عدالت، تو ہماری حال ہی میں آزاد عدلیہ نے جتنے سوموٹو ایکشن لئے ہیں ان میں اسلام کے حوالے سے کوئی کیس نظر نہیں آتا، حالانکہ اس بات کے طے ہو جانے کے بعد کہ ملک میں قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں ہوگی، عائلی قوانین صدر ایوب کے دور سے جاری ہیں، سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو سبوتاژ کیا جا چکا ہے اور حدود آرڈیننس میں شریعت سے متصادم ترامیم کی جا چکی ہیں لیکن ہماری آزاد عدلیہ کی ان امور کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ فحاشی کے خلاف رٹ پٹیشن کے آنے کے بعد اس مسئلہ کو فحاشی کی تعریف کے حصول کے ذریعہ الجھا کر رکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کی کوئی توقع نہیں کہ عدلیہ ممکنہ اسلامی انقلاب کی پشتیبانی کرے گی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ چاہے فوج کے چیف ہوں یا عدلیہ کے، دونوں زبانی جمع خرچ کی حد تک اسلام کی حمایت میں رطب اللسان ہیں اور اس ضمن میں ان کے بیانات منظر عام پر آچکے ہیں۔ جہاں تک اقلیت کا تعلق ہے تو ہمارے ہاں نہ ان کی اتنی تعداد ہے اور نہ وہ اتنے موثر ہیں کہ اسلامی انقلاب کی راہ میں مزاحم ہو سکیں۔

مصر میں مذہبی سطح پر وہ تفریق نہیں جو ہمارے ہاں ہے اور جیسا کہ ہر دینی دعوت کی مخالفت میں پہلے سے موجود مذہبی طبقہ پیش پیش ہوتا ہے، ہمارے ہاں بھی اس حوالے سے اختلافات موجود ہیں۔ ستم ظریفی یہاں بھی ہے کہ ہمارے تمام مذہبی فرقے بھی مختلف جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ دوسری جانب الاخوان المسلمون نے اسلام کے احیاء کے لئے جو محنتیں کی ہیں اور جو قربانیاں پیش کی ہیں اور جو صعوبتیں برداشت کی ہیں، اس پائے کی کوئی جماعت ہمارے ہاں نظر نہیں آتی۔ ایک طرف مذہبی سیاسی جماعتیں ہیں جو مذہبی کم اور سیاسی زیادہ ہیں اور ان کی ساری مساعی سیاسی سرگرمیوں میں مرتکز ہو کر رہ گئی ہیں۔ دعوتی واقامتی سرگرمیوں کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی ہے۔ دوسری جانب چند ایک جماعتیں جو انقلابی طریقے پر کاربند ہونے کا دعویٰ رکھتی ہیں، وہ بھی عوام میں اتنا نفوذ حاصل نہیں کرسکی ہیں کہ جس سے یہ توقع کی جا سکے کہ مستقبل قریب تو کیا مستقبل بعید میں بھی یہاں اسلامی نظام کے نفاذ کی کوئی صورت پیدا ہو سکے الا یہ کہ اللہ اپنی مشیت سے اس کے لئے راہ ہموار کردے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ جب نائیجیریا میں اسلامی جماعت انتخابات میں کامیابی حاصل کرتی ہے، جب ترکی میں نجم الدین اربکان کی جماعت کو کامیابی حاصل ہوتی ہے اور جب سوڈان میں شریعت کی باتیں ہوتی ہیں تو ہم اس خوش گمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہمارے ہاں بھی اسلام کی منزل دور نہیں۔ یہاں بھی خوشنما نعرے در و دیوار پر نظر آتے ہیں۔ اس کو قرآن کی اصطلاح میں ''امانی'' یا انگریزی کی اصطلاح میں wishful thinking کا نام تو دیا جا سکتا ہے لیکن حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ اللہ وہ دن لائے جب ہمارے ہاں کی مذہبی جماعتوں میں کوئی ایسی قیادت ابھرے جس پر ساری جماعتیں متفق ہوں کیونکہ کسی قوم میں مرکزی قیادت کے بغیر اسلام کی منزل کا سر ہونا محال ہے۔ اسے بھی آپ امانی کہہ لیجئے۔ شائد کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ یہ امانی حقیقت میں بدل سکے۔ ہم اس کے لئے دعا ہی کر سکتے ہیں۔

# کیا پاکستان غلط بنا تھا؟

انجینئر حافظ نوید احمد

اس بار 16 دسمبر کو جہاں سقوطِ ڈھاکہ کے افسوسناک المیہ کی یاد نے غمگین کیا وہیں ایک دانشور کے تحریر کردہ مضمون نے بھی صدمہ پہنچایا۔ دانشور موصوف کی رائے میں ایک ایسی مملکت کا قیام ہی غیر دانشمندانہ تھا جس کے دو خطوں کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ ہو اور جن میں بسنے والوں کی زبان، رنگ، نسل اور ثقافت بھی مختلف ہو۔ گویا قیامِ پاکستان کا مطالبہ کرنے اور اِس کے لیے جدوجہد کرنے والی قیادت سیاسی بصیرت اور فہم وفراست سے عاری تھی۔ قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہمارے دانشور حضرات اُن حقائق سے چشم پوشی کرتے ہیں جو پاکستان کے قیام کی بنیاد ہیں۔ غور کیجئے کہ آخر کیا عوامل تھے کہ جس کی وجہ سے ایسے لوگ جن کی زبانیں، رنگ، نسل، ثقافت اور رسومات مختلف تھیں، مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحد ہو گئے اور پاکستان کے قیام کے مطالبہ پر متفق ہو گئے؟ اِس عظیم الشان اتحاد اور اتفاق کے دو عوامل تھے:

(i) مثبت عامل تھا اسلام کا مشترکہ رشتہ جس کی بنیاد پر یہ ایمان افروز نعرہ برعظیم کے طول وعرض میں گونجنے لگا کہ پاکستان کا مطلب کیا ...... لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

(ii) منفی عامل تھا مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کی نفرت اور مسلمانوں سے ہزار سالہ شکست کا انتقام لینے کا خوف۔ قائداعظم ایک زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کے سفیر تھے لیکن ہندوؤں کے تعصب نے اُنہیں مسلمانوں کے لئے علیحدہ ریاست کی تحریک چلانے پر مجبور کر دیا۔

مذکورہ بالا دونوں عوامل کی شدت مشرقی پاکستان کے مسلمانوں میں کہیں زیادہ تھی۔ مسلم لیگ 1906ء میں ڈھاکہ میں بنی جب کہ ابھی مغربی پاکستان کے علاقوں میں ایسی کوئی سوچ ہی نہ تھی۔ علامہ اقبال بھی 1908ء کے بعد یورپ سے واپسی پر شاعرِ اسلام کے طور پر سامنے آئے۔ پھر 1940ء میں قراردادِ پاکستان ایک بنگالی رہنما مولوی فضل حق نے پیش کی۔ آج بھی عوام لیگ کی سیکولر نظریات کی حکومت بنگلہ دیش کے نام میں اسلامی کا لاحقہ لگانے پر مجبور ہے۔ بنگلہ دیش کے نام میں اسلامی کا لفظ اِس بات کا ثبوت ہے کہ دوقومی نظریہ ایک زندہ حقیقت ہے اور بنگالی بھائی اپنے اسلامی تشخص کو کسی صورت چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اسلام کا نفاذ اگر پیش نظر ہو تو اِس کے لئے درست راستہ یہی تھا کہ ایک ایسا خطہ آزاد کرایا جائے جہاں بسنے والوں کی اکثریت مسلمان ہو۔ متحدہ ہندوستان میں اسلام کے نفاذ کے خواب دیکھنا، جہاں غیر مسلم کئی گنا اکثریت میں تھے، ہمارے بعض مخلص مذہبی رہنماؤں کی سادہ لوحی کا مظہر تھا۔ بہر حال پاکستان بنا اور بالکل درست بنا۔ البتہ 1971ء میں اِس کے دولخت ہونے کے تین اسباب ہیں:

(i) ہم نے اُن دونوں عوامل کو ملحوظ نہ رکھا جو قیام پاکستان کا سبب تھے۔ ہم نے اسلام کے نفاذ سے گریز کر کے سنگین جرم کا ارتکاب کیا اور پاکستان میں بسنے والوں کے درمیان وحدت کی واحد مشترکہ اساس کو پسِ پشت ڈال دیا۔ پھر ہندوؤں سے محبت کی پینگیں بڑھا کر ہندو دشمنی کے منفی عامل کو بھی نقصان پہنچایا۔

(ii) مغربی پاکستان کے مقتدر طبقات نے بنگالیوں کے ساتھ ظلم وزیادتی کی اور حقارت آمیز رویہ اختیار کیے رکھا اور اُن کے جائز حقوق غصب کئے۔

(iii) تسلط قائم کرنے کی خواہش سے جو ردِعمل پیدا ہوا اس کو ہم نے طاقت کے استعمال کے ذریعہ ختم کرنا چاہا اور ناراض بنگالی بھائیوں کو مغربی پاکستان کے ساتھ ملحق رہنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔ اُس وقت ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے مشورہ دیا تھا کہ طاقت کے بل پر کسی گروہ کو ساتھ نہیں رکھا جا سکتا۔ مناسب ہوگا کہ ہم ریفرنڈم کے ذریعہ بنگالی بھائیوں کی رائے معلوم کر لیں۔ اگر وہ ساتھ رہنا نہیں چاہتے تو خوبصورتی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لی

## تعاقب

جائے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کو یقین تھا صورت حال کے بگڑنے سے پہلے بنگالی بھائیوں سے اِس حوالہ سے رائے لے لی جاتی تو وہ ساتھ رہنے کو ترجیح دیتے لیکن اقتدار کے پجاریوں نے بندوق کے زور پر مسئلہ حل کرنا چاہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علیحدگی بھی ہوئی اور شرمناک اور ذلت آمیز شکست کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

اگر ہم پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ کرتے تو خطے میں بسنے والوں کے درمیان واحد مشترکہ اساس یعنی اسلام کا رشتہ مضبوط ہوتا۔ اردو کے بجائے عربی کو قومی زبان کا درجہ دیتے تو پاکستان میں لسانی تفرقے اور فسادات پیدا نہ ہوتے۔ ہندوستان کے ساتھ سندھ طاس معاہدہ، مشترکہ دفاع کی پیشکش اور 1962ء میں چین بھارت جنگ کے دوران بھارت کو کشمیر کی سرحد پر امن کی یقین دہانی کرانا ہمارے مجرمانہ اقدامات تھے۔ پھر گانوں، ڈراموں اور فلموں کے ذریعہ بھارتی ثقافت کی یلغار نے بھی پاکستان کے قیام کے ایک جواز کو تحلیل کر دیا۔ بھارت ہم سے دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے خالی جانے نہیں دیتا اور ہم اُسے تجارت کے اعتبار سے پسندیدہ ملک قرار دینے کیلئے بے تاب ہو رہے ہیں۔ کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ، سقوطِ ڈھاکہ میں اُس کا کردار، سیاچن پر اُس کا ناجائز قبضہ، ہمارے دریاؤں پر ڈیم بنانے کے ظالمانہ اقدامات، افغانستان میں 14 قونصل خانوں کے ذریعہ پاکستان میں دہشت گرد کارروائیوں کے لئے منصوبہ بندیاں اور تعاون، بھارت کی پاکستان دشمنی کے کھلے مظاہر ہیں۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنی ماضی کی غلطیوں سے سبق حاصل کریں اور بقیہ پاکستان کو نہ صرف محفوظ رکھنے بلکہ مستحکم کرنے کی کوشش کریں۔ آج پاکستان کے تمام صوبوں میں بسنے والوں کو پھر سے متحد کرنے کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ ہے نفاذِ اسلام۔ لہٰذا وطن عزیز میں نفاذ اسلام کے لئے سنجیدہ اقدامات کریں۔ نظریۂ پاکستان کو پھر سے ذہنوں میں تازہ کریں اور وطن میں اسلامی نظریہ کو مستحکم کرنے کے بعد ہندوستان سے تعلقات کو استوار کریں۔ نظریۂ پاکستان کو فراموش کر دیا تو پھر بھارت کے مقابلہ میں ہمارے علیحدہ وطن کا کوئی جواز ہی باقی نہ رہے گا۔ نظریہ سے پسپائی ہمیں اِسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی جیسے پچھلی صدی میں سوویت یونین کے اشتراکیت کے نظریہ کو چھوڑنے کے بعد حصے بخرے ہوئے تھے۔

# پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبہ، علاقائی تعاون اور امریکی عزائم

## خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

شرکاء:
مشاہد حسین سید (چیئرمین دفاع کمیٹی آف سینٹ وسیکرٹری جنرل پاکستان مسلم لیگ ق)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)
میزبان: وسیم احمد

**سوال**: گزشتہ برس 27 دسمبر کو بے نظیر بھٹو کی برسی پر تقریر کرتے ہوئے صدر مملکت نے پُرزور اور پُرجوش انداز میں پاک ایران گیس پائپ لائن پر اظہارِ خیال کیا تھا اور اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عندیہ دیا تھا، لیکن بدقسمتی سے جب یہ معاہدہ میچور ہورہا تھا اور ایران میں صدر زرداری کے استقبال کی تیاریاں ہورہی تھیں، صدرِ مملکت ایران کی بجائے برطانیہ چلے گئے۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟

**مشاہد حسین سید**: آپ جانتے ہیں کہ پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبے کے حوالے سے پاکستان پر کتنا دباؤ آیا؟ یہ دباؤ جس ملک کی جانب سے تھا اُس کا کنٹری کوڈ ہے 001 اور ملک کا نام ہے یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ۔ اس دباؤ کا آغاز 6-2005ء سے ہوا تھا۔ پاک ایران گیس پائپ لائن توانائی کا منصوبہ ہونے کے ساتھ ساتھ علاقائی تعاون کو بھی آگے بڑھانے کا ذریعہ تھا، بنابریں امریکہ نے اس منصوبہ کو سبوتاژ کرنے کے لئے پاکستان کے ساتھ ساتھ انڈیا پر بھی دباؤ ڈالا۔ 25 جنوری 2006ء کو دہلی میں امریکی سفیر مولفرڈ نے یہ بیان دیا کہ اگر انڈیا ایران کے ساتھ گیس پائپ لائن منصوبہ میں شامل ہوا تو پھر آپ ہندوستان امریکی نیوکلیئر ڈیل کا خاتمہ سمجھیں۔ پہلے اس منصوبہ کا نام I.P.I یعنی ایران، پاکستان، انڈیا تھا۔ امریکی دباؤ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی (IAEA) میں جب ووٹ ہوا تو انڈیا نے مخالفت میں ووٹ دیا۔ لیکن ہم اس وقت بھی روس اور چین کے ساتھ ڈٹے رہے۔ موجودہ حکومت میں زرداری صاحب بھی اس منصوبہ پر قائم رہے۔ میری اطلاعات کے مطابق ہم آج بھی اس منصوبے پر قائم ہیں۔ پچھلے دنوں ایران کا وفد پاکستان آیا تھا، جس کی قیادت میرے ہم منصب ایران کی ڈیفنس کمیٹی کے چیئرمین علاؤالدین بورومردی کر رہے تھے۔ اُنھوں نے کہا تھا کہ ہم نے ایران کی جانب سے پائپ لائن منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے، اور ایران اس منصوبے کے لیے پاکستان میں بھی 500 ملین ڈالر تک کی سرمایہ کاری کرنے کے لیے تیار ہے۔ چونکہ اس منصوبے کا تعلق صرف توانائی ہی سے نہیں ہے بلکہ اس خطے میں علاقائی تعاون کا نیا سلسلہ شروع ہو رہا ہے لہٰذا اس کام کے لیے روس اور چین بھی سرمایہ کاری کے لیے تیار ہیں۔ اِس علاقائی تعاون میں ایران، روس، چین، کے علاوہ وسط ایشیا اور افغانستان بھی وقت آنے پر ان شاء اللہ شامل ہوں گے۔ اس منصوبے کی تکمیل سے پاکستان کی معیشت کے لیے آنے والے دنوں میں ترقی کی نئی راہیں کھلیں گی۔

**سوال**: امریکہ پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبے کی شدید مخالفت کر رہا ہے۔ آپ کے خیال میں اس مخالفت کی وجہ کیا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا**: پاک ایران گیس پائپ لائن منصوبہ پر ابتدائی مذاکرات 1994ء میں ہوئے تھے اور 1995ء میں اس منصوبے پر ایران اور پاکستان کا ابتدائی معاہدہ بھی ہوگیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایران کے پاس گیس کے ذخائر دنیا کے دوسرے نمبر پر ہیں جبکہ پہلا نمبر روس کا ہے۔ لیکن ایران بین الاقوامی پابندیوں کی وجہ سے

> پاک ایران گیس لائن منصوبے کے لیے ایران پاکستان میں 500 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کے لیے تیار ہے

اپنے گیس کے ذخائر کو جدید خطوط پر ترقی نہیں دے سکا، جیسا کہ ایران سے اُمید کی جا رہی تھی۔ غالباً فروری 1999ء میں بھارت بھی اس منصوبے میں شامل ہوگیا۔ سب جانتے ہیں کہ بھارت بنیا ہے۔ لہٰذا بھارت نے سب سے پہلے گیس کی قیمت پر بات کی جب کہ ہم پاکستانی ایسے معاملات میں خاصے فراخ دل واقع ہوئے ہیں۔ حالانکہ بھارت کے اس وقت فارن ایکسچینج کے ذخائر 300 ارب ڈالر کے قریب ہیں، جبکہ پاکستان کے فارن ایکسچینج کے ذخائر 12،10 ارب ڈالر ہیں۔ اس تمام صورتِ حال کے باوجود بھارت نے سب سے زیادہ اس گیس پائپ لائن منصوبہ کی قیمت پر زور دیا۔ بہرحال 2007ء میں پاکستان اور بھارت میں 4.93 ڈالر کے عوض ایک ملین BTU گیس کی قیمت پر اتفاق ہوا۔ مشاہد حسین صاحب نے بالکل صحیح کہا ہے کہ بھارت پر بھی امریکہ کی جانب سے سخت دباؤ تھا۔ لیکن میں یہاں اس بات کا اضافہ کروں گا کہ بھارت نے اس دباؤ کو قبول تو کیا لیکن ایک بہت بڑی قیمت وصول کر کے یعنی امریکہ سے سول جوہری معاہدہ کرنے کے بعد، لیکن پاکستان نے اس معاہدہ کے التواء کے ضمن میں امریکہ سے تا حال کوئی خاص فوائد حاصل نہیں کیے۔ یہ تو امریکہ دہشت گردی کی جنگ کے نام پر ہمیں بھیک دے دیتا ہے اور وہ بھی روک روک کر۔ بدقسمتی سے سودے بازی کے معاملے میں بھی ہمارا معاملہ ملکی مفاد کی بجائے ذاتی مفاد کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

**سوال**: امریکہ آئے روز ایران کے خلاف دھمکی آمیز بیانات دیتا اور اس پر نئی نئی پابندیاں لگاتا ہے۔ کیا آپ کو مستقبل میں امریکہ ایران جنگ کے امکانات نظر آتے ہیں؟

**مشاہد حسین سید**: جہاں تک جنگ کی بات ہے یہ صرف اسرائیل نے ایران کے خلاف شروع کی ہے۔ امریکہ کو معلوم ہے کہ وہ فی الحال جنگ کا نیا محاذ نہیں کھول سکتا۔ 9/11 کے بعد افغانستان میں جن طالبان کے خلاف امریکہ نے جنگ لڑی تھی، آج کل اُنھیں طالبان کے ساتھ امریکہ پیرس میں خفیہ مذاکرات کر رہا ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ طالبان، شمالی اتحاد اور کرزئی حکومت کے امریکہ کی سرپرستی میں مذاکرات شروع ہوئے ہیں۔ اسی طرح عراق پر حملہ کر کے صدام کا خاتمہ تو کر دیا گیا لیکن وہاں امریکی فوج کا مستقل بنیادوں پر قیام ممکن نہیں ہوا۔ دُنیا کی سب سے بڑی امریکی ایمبیسی بغداد میں ہے، جہاں اس جنگ سے پہلے 18000 ملازمین تھے، اب 6000 کے قریب رہ گئے ہیں کیونکہ امریکہ اب اتنے زیادہ اخراجات برداشت نہیں کر سکتا۔ دراصل جنگ کے ایشو پر اسرائیل میں بھی تقسیم کا معاملہ ہے۔ اسرائیل بھی دباؤ میں ہے۔ یہ دباؤ حماس اور حزب اللہ کی جانب سے آیا ہے۔ اس کی وجہ اسرائیل کی 2006ء اور 2007ء میں ان دونوں جماعتوں کے ہاتھوں بدترین شکست ہے۔ ابھی غزہ میں جو اسرائیل نے حالیہ حملے میں ظلم

کی انتہا کر دی تھی، اس کے باوجود غزہ سے آخری دن تک راکٹ فائر ہوتے رہے ہیں۔اس پر ایران نے برملا کہا تھا کہ یہ راکٹ ہم نے حماس، اسلامی جہاد اور حزب اللہ کو دیے ہیں۔آپ کو معلوم ہے کہ جب اسرائیلی وزیر اعظم بینجمن نیتن یاہو امریکہ گئے تو ان کے کانگریس کے مشترکہ اجلاس کے خطاب کے وقت وہاں پر موجودہ لوگوں نے 65 دفعہ تالیاں بجائیں اور 29 دفعہ کھڑے ہو کر استقبال کیا۔میں نے اس موقع پر ٹویٹر پر پیغام دیا تھا کہ اس طرح کے معاملات کمیونسٹ دور میں سوویت یونین میں سپریم سوویت آف پارلیمنٹ میں ہوا کرتے تھے۔جہاں لوگ کھڑے ہو کر اسی طرح روسی صدر کا استقبال کیا کرتے تھے۔ مجھے اسرائیلی وزیر اعظم کے استقبال سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غزہ اور مغربی کنارہ ہی نہیں بلکہ امریکی کانگریس بھی اسرائیل کا مقبوضہ علاقہ

**امریکہ کبھی سعودی عرب اور ایران کے خوشگوار تعلقات قائم نہیں ہونے دے گا**

ہے۔اگرچہ اسرائیل انتہائی طاقتور حیثیت رکھتا ہے لیکن تاریخ میں یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ نیتن یاہو کی مخالفت کے باوجود باراک حسین اوباما دوبارہ امریکی صدر منتخب ہوئے ہیں اور شاید یہ پہلے امریکی صدر ہیں جنھوں نے اپنے پہلے چار سالوں میں اسرائیل کا سرکاری دورہ نہیں کیا۔اسی طرح ایک اسرائیلی اخبار (ہارٹیلس) میں جو مباحثہ چل رہا ہے اس میں اسرائیل کے سابق فوجی سربراہان اور موساد کے سابق چیف نے اسرائیل، ایران جنگ کی سخت مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس جنگ سے اسرائیل کو سخت نقصان پہنچے گا۔اسی طرح امریکہ اور اسرائیل جو نیوکلیئر ہتھیاروں کی تیاری کو جنگ کا جواز بنا رہے ہیں، اس پر ایرانی رہبر آیت اللہ خامنائی نے یہ کہا ہے کہ "نیوکلیئر بم حرام ہے کیونکہ یہ انسانیت کا قاتل ہے لیکن ہمارا حق ہے کہ ہم نیوکلیئر بم پر تحقیق کریں اور اس میں مزید جدت پیدا کریں۔" 2007ء میں ایک امریکی انٹیلی جنس رپورٹ National Inteligence Estimate (N.I.E) آئی تھی جس کے مطابق امریکہ میں اس وقت 16 انٹیلی جنس ادارے ہیں جو مجموعی طور پر کسی اہم مسئلے پر Estimate دیتے ہیں۔اُنھوں نے یہ کہا تھا کہ "ایران نے 2003ء کے بعد سے ایٹم بم بنانے کا کام ختم کر دیا تھا۔" دراصل امریکہ اور اسرائیل کو کسی مسلم ملک کی نیوکلیئر لیبارٹری کھٹکتی ہے۔ہمارے بم کو وہ اسلامک بم کہتے ہیں۔میں لندن میں تھا تو B.B.C میں میرا انٹرویو ہوا۔ایک ریٹائرڈ انڈین جنرل میرے ساتھ بیٹھے تھے اور انٹرویو براہِ راست تھا۔اس انٹرویو میں انڈین جنرل نے ایک دم سے مجھے کہا کہ "اے پاکستانی تمہارے پاس اسلامک بم ہے" جس پر میں نے کہا کہ جنرل مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ نیوکلیئر بموں کے بھی مذہب ہوتے ہیں۔اس طرح تو انڈیا کے پاس جو بم ہے اس کا نام Vegitarian بم ہونا چاہیے۔بہر حال ایٹمی ٹیکنالوجی کے حوالے سے پوری دُنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو تاثر پھیلایا جا رہا ہے، اُس سے دوہرے معیارات کی عکاسی ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس دوہرے معیار کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔

**سوال** : سید مشاہد حسین کے تجزیے کے مطابق مستقبل قریب میں امریکہ ایران جنگ کے امکانات نہیں۔کیا آپ ان کے نقطہ نظر سے اتفاق کرتے ہیں؟

**ایوب بیگ مرزا** : میں مشاہد حسین صاحب کے نقطۂ نظر سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ مستقبل قریب میں امریکہ ایران جنگ کا ہونا ممکن نظر نہیں آتا، لیکن میری سوچ کا انداز ذرا مختلف ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ کے مشرق وسطیٰ میں بہت زیادہ مفادات ہیں۔مذہبی عقائد کی بنیاد پر ایران کے سعودی عرب سے معاملات اکثر کشیدہ رہتے ہیں۔اب امریکہ کے پاس یہ بہت اچھا موقع ہے کہ سعودی عرب کو کنٹرول کرنے کے لیے وہ ایران کو ایک حربے کے طور پر استعمال کرے۔یعنی اگر سعودی عرب نے امریکہ کا حکم نہ مانا تو امریکہ ایران کو سعودی عرب کے خلاف استعمال کرے گا۔ اس لیے امریکہ یہ کبھی نہیں چاہے گا کہ سعودی عرب کے ایران کے تعلقات بہتر ہوں۔کیونکہ پھر سعودی عرب امریکہ سے بلیک میل نہیں ہوگا۔

**اللہ تعالیٰ نے امریکہ کے غرور کو اُس قوم کے ہاتھوں خاک میں ملایا ہے، جس کے پاس پہننے کو جوتی تک نہیں، مسلم ممالک کو طالبان کی جرأت سے سبق سیکھنا چاہیے۔مشاہد حسین سید**

**سوال** : امریکہ اور بھارت کے بڑھتے ہوئے اسٹریٹیجک تعلقات کے اس خطے پر کیا اثرات پڑیں گے؟

**مشاہد حسین سید** : میرے خیال میں امریکہ بھارت اسٹریٹیجک تعلقات کے حوالے سے جو توقعات تھیں وہ دونوں طرف سے پوری نہیں ہوئیں۔امریکہ کو دو قسم کی توقعات تھیں۔ایک توقع امریکہ کو اپنے نیوکلیئر ری ایکٹر بیچنے کے حوالے سے تھی جسے بھارت نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ بھارت نیوکلیئر ری ایکٹر فرانس سے حاصل کرے گا۔ دوسری توقع امریکہ کو یہ تھی کہ بھارت چین کے خلاف کھڑا ہو گا۔لیکن بھارت میں اس وقت دو عنصر اہم ہیں۔ایک عنصر امریکہ نواز ہے جبکہ دوسرا عنصر جو نہرو کے زمانے سے وہاں پر چلا آ رہا ہے، اِس کی بجائے یہ کہتا ہے کہ بھارت کو اُبھرتے ہوئے ایشیا کا حصہ ہونا چاہیے۔یعنی امریکہ کے ایماء پر چین سے جھگڑنے کی بجائے ہمیں اپنی ایک آزاد خارجہ پالیسی بنانی چاہیے۔اس رائے کے حق میں بائیں بازو کے افراد کے علاوہ مسلمان اور دلت پارٹی کے لوگ بھی ہیں۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ بھارت سمجھ چکا ہے کہ وہ چین کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔کیونکہ اگر اُس نے چین سے ٹکر لی تو خود بھارت کی اقتصادی ترقی رُک جائے گی۔ ابھی ہندوستان میں بھی الیکشن ہونے والے ہیں۔لہٰذا ابھی دیکھتے ہیں کہ حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔انڈیا امریکی سول جوہری معاہدے میں ہندوستان کی نیوکلیئر ضرورت تو صرف 3 فیصد تھی، اصل بات تو ہندوستان کو چین کے خلاف تیار کرنا تھا۔میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہندوستان پوری طرح سے کردار ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔کیونکہ اس حوالے سے ہندوستان میں رائے عامہ تقسیم شدہ ہے۔

**سوال** : افغانستان سے نیٹو افواج خصوصاً امریکی فوجوں کے انخلا کے بعد آپ افغانستان کا مستقبل کیا دیکھتے ہیں؟

**مشاہد حسین سید** : یہ نہایت اہم سوال ہے۔ کیونکہ نیٹو نے افغانستان سے 2014ء میں جانا ہے۔ میرے خیال میں نیٹو کا انخلاء جزوی ہوگا کیونکہ امریکہ کی یہ خواہش ہے کہ نیٹو کے 40 سے 50 ہزار فوجی افغانستان میں موجود رہیں۔وہ بگرام ایئربیس، مزار شریف وغیرہ میں اپنے بیس کیمپ قائم رکھے ہوئے ہے۔تاکہ وہ افغانستان سے پاکستان، ایران، چین اور روس پر نظر رکھ سکے۔اسی طرح وسط ایشیائی ریاستیں بھی امریکہ کے لئے نہایت اہم ہیں جو قدرتی ذخائر سے مالا مال ہیں۔ ترکمانستان کے پاس دُنیا کے تیسرے بڑے گیس کے ذخائر موجود ہیں۔اسی طرح تیل کے حوالے سے قازقستان کا نام آتا ہے۔امریکہ ان وسط ایشیائی ریاستوں پر بھی مسلسل نظر رکھنا چاہتا ہے لیکن مجھے اُمید ہے کہ امریکہ کو یہ موقع نہیں مل سکے گا۔کیونکہ اس سے پہلے امریکہ کی عراق میں بھی ایسی کوشش ناکام ہو چکی ہے۔اگرچہ اس حوالے سے کرزئی حکومت سے امریکہ ڈیل کر رہا ہے لیکن معاملہ ناممکن نظر آتا ہے۔کیونکہ افغانستان کے لوگ انتہائی سخت جان اور آزادی پسند ہیں۔وہ کسی بھی

غیر ملکی جارحیت اور قبضے کو زیادہ دیر برداشت نہیں کرتے۔ غربت اپنی جگہ ہے لیکن وہ اپنی آزادی کو بہت مقدم خیال کرتے ہیں، بلکہ آزادی کا تو یہ معاملہ ہے کہ کھانے کو روٹی ہو یا نہ ہو مگر بندوق وہاں پر ہر بچے کے پاس ہوگی۔ UNO کی سیکورٹی کونسل نے طالبان پر جو پابندیاں لگائی تھیں انہیں امریکہ اب خود ہٹا رہا ہے، تاکہ طالبان کی قیادت سے وہ مذاکرات کر سکے اور حالات بہتر ہوں، کیونکہ امریکہ کے غرور کو اللہ تعالیٰ نے اُس قوم کے ہاتھوں بری طرح سے خاک میں ملا دیا ہے، جن کے پاس پہننے کو جوتی تک نہیں۔ میں سمجھتا ہوں تمام مسلم ممالک کو طالبان سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ایک امریکی اکانومسٹ جوزف اسٹیگلر نے اپنی کتاب میں افغانستان اور عراق کی جنگ کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ 3 کھرب ڈالر کی جنگ ہے۔ اتنی بڑی رقم کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک کھرب میں ایک ہزار ارب ڈالر ہوتے ہیں۔ اور ہر ہفتہ امریکہ اس جنگ پر ڈھائی ارب ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ میرے خیال میں اکیسویں صدی ایشیا کی صدی ہے جس میں روس وغیرہ تیزی سے ترقی کر رہے ہیں۔ اس سے حالات و معاملات میں تیزی سے فرق آ رہا ہے۔ اس لیے امریکہ اس خطے سے جاتے ہوئے یہ چاہتا ہے کہ یہاں چین کے خلاف ایک نیا مخالف کھڑا کرے۔ میری نظر میں اب پاکستان جیسے ممالک کے لیے نئے آپشنز اُبھر رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ہم آزاد خارجہ پالیسی خطے میں لا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ کبھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مصر میں صدر الاخوان المسلمون کا ہوگا۔ جس جماعت پر مصر میں 60 سالوں سے پابندی تھی، اُس جماعت کا ایک فرد ڈاکٹر محمد مرسی مصر کا صدر منتخب ہو جائے گا، یہ بظاہر ناممکن سی بات تھی۔ اس طرح ترکی نیٹو کا رکن ہے اور اُس ترکی کے وزیراعظم طیب اردگان کی بیوی حجاب کرتی ہے۔ وہ حجاب جس پر ترکی میں سخت پابندی عائد کی گئی تھی۔ جان لیجیے کہ امریکہ کا وہ اثر و رسوخ اب نہیں رہا جیسا پہلے کبھی تھا۔ لہٰذا طاقت کے توازن میں اب نمایاں فرق پڑ گیا ہے۔

**سوال**: کیا مستقبل قریب میں اس خطے میں دینی بنیادوں پر مسلمان ممالک پر مشتمل اسلامک بلاک بنتا ہوا نظر آتا ہے؟

**مرزا ایوب بیگ**: اگر آپ تاریخ کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ نصف صدی میں امریکہ نے مسلمانوں کو بہت سخت نقصان پہنچایا ہے۔ تاریخ میں شاید ہی کسی ایک ملک نے مسلمانوں کو اتنا نقصان پہنچایا ہو جتنا امریکہ نے پہنچایا ہے۔ صرف عراق میں اب تک 10 لاکھ کے قریب مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ امریکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر ایک بڑی قوت ہے۔ یوں سمجھئے کہ امریکہ ایک بہت بڑی عمارت ہے۔ اگرچہ اس عمارت کو گرتے ہوئے کچھ وقت لگے گا، لیکن اب اس عمارت کے گرنے کے آثار نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ بڑی قوموں کے زوال و انحطاط کا آغاز اخلاقی گراوٹ سے ہی ہوتا ہے۔ اگر کسی بڑی قوت کا اخلاقی معیار گر جائے تو اُس کا زوال یقینی ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ڈوماڈولا کے علاقے میں امریکی ڈرون حملے سے 10 سے 12 سال کے بچے قرآن پاک پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ اخلاقی زوال کی انتہا دیکھیے، اس بدترین ظلم اور سفاکی پر بھی امریکہ نے کسی قسم کا اظہار افسوس یا معذرت تک نہیں کی۔ اب جہاں تک مسلمان ممالک کا اسلام کی بنیاد پر اتحاد کا سوال ہے تو فی الوقت مسلمان ممالک میں سے کوئی ایک بھی اس قابل نہیں ہے کہ جسے اسلامی ریاست کہا جا سکے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر پاکستان ایک فلاحی اسلامی ریاست بن جائے تو پھر اُمید ہے کہ یہ اسلامی بلاک کی بنیاد بن جائے گا۔ وگرنہ ابھی تو سب مسلم ممالک اپنے اپنے مفادات کے مطابق چل رہے ہیں۔ ہم مسلمانان پاکستان نے قیام پاکستان کی تحریک میں جو بلند بانگ دعویٰ کیے تھے، ان سے ہم بالکل منحرف ہو چکے ہیں۔ پاکستان بننے کے دو سال بعد ہی 1949ء میں ہم نے جو قرارداد مقاصد پاس کی تھی، ہم اس قرارداد کو بھی عملی جامہ نہیں پہنا سکے۔ لہٰذا جب تک اتحاد کی ایک واضح اور ٹھوس بنیاد نہیں پڑتی، اسلام کا کسی ایک ملک میں اسلام مکمل نفاذ نہیں ہوتا، اس خطے میں مسلمان ممالک کا کوئی معنی خیز اتحاد نہیں بن سکتا۔

**گزشتہ نصف صدی میں جتنا نقصان امریکہ نے مسلمانوں کو پہنچایا ہے**
**اتنا نقصان تاریخ میں شاید ہی کسی اور نے انہیں پہنچایا ہو**

(مرتب: وسیم احمد، محمد بدر الرحمٰن)

قارئین: اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائٹ (www.tanzeem.org) پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔ پروگرام کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز (media@tanzeem.org) پر ارسال فرمائیں۔

## ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 29 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، قد "5'6، شرعی پردے کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0333-4977753

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری فیملی کو اپنی بیٹی عمر 26 سال، تعلیم ایم، اے (ایجوکیشن) قد "5'4 شرعی پردے کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-4123812

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری فیملی کو اپنی بیٹی عمر 34 سال، MBBS.FRCP ڈاکٹر، قد "5'4 کے لئے تعلیم یافتہ، دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0423-7638214

☆ واپڈا ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر قریشی خاندان کو اپنے خوبرو بیٹے کے لئے دینی گھرانہ سے دینی و دنیاوی علم رکھنے والی (کم از کم گریجویٹ) دراز قد، خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ نکاح مسنونہ کے خواہشمند ہندوانہ رسومات سے مجتنب خاندان رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0333-4214489

## دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر حلقہ پنجاب شرقی محمد ناصر بھٹی علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی اُن کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے

## دعائے مغفرت کی اپیل

☆ کلیۃ القرآن لاہور کے سینئر استاد پروفیسر محمد مسعود اقبال جو سڑک کے حادثے میں شدید زخمی ہو گئے تھے، انتقال کر گئے ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی پشاور شہر کے نقیب اُسرہ محمد عمر قریشی کے والد صاحب بقضائے الٰہی وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے رفیق نور القادر کی بھابھی اور عبدالقیوم کی ہمشیرہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

# حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

فرقان دانش

نام ونسب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کا نام نعمان بن ثابت بن زوطا تھا۔ ابوحنیفہ آپؒ کی کنیت تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش 704ء میں کوفہ میں ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق 699ء بمطابق 82 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نسلاً عجمی تھے اور فارس سے تعلق تھا۔ آپؒ کے والد ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپؓ نے ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر کی۔

حلیہ: قاضی ابویوسف کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہ بہت لمبے تھے نہ پستہ قامت۔ آپؒ کا قد درمیانہ تھا، خوش گوار اور شیریں سخن تھے۔

حالات زندگی: آپؒ کے والد کا پیشہ تجارت تھا۔ ابتدا میں آپؒ نے والد کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹایا، لیکن آپؒ نے تجارت کا شغل باقاعدہ اختیار کرنے سے پہلے اپنی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ آپؒ نے بیس سال کی عمر میں اعلیٰ علوم کی تحصیل کی ابتدا کی۔ آپؒ نے علم حدیث سب سے پہلے کوفہ میں حاصل کی۔ کوفہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اس کے بعد آپؒ نے حرمین شریفین کا رُخ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث کا علم حاصل کیا۔ تیسرا مقام بصرہ تھا جہاں آپؒ نے علم حاصل کیا۔ آپؒ نے علم الاداب، علم الانساب اور علم الکلام کی تحصیل کے بعد علم فقہ کی تعلیم امام حماد سے حاصل کی۔ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کا شرف بھی آپؒ کو حاصل ہے۔ آپؒ نے تحصیل علم کے بعد جب درس وتدریس کے سلسلہ کا آغاز کیا تو آپؒ کے حلقہ درس میں سینکڑوں لوگ شریک ہوتے۔ آپؒ کے خاص تلامذہ میں آٹھ سو فقہاء، محدثین اور علماء ومشائخ شامل تھے جو ہزارہا عوام الناس کے علاوہ تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہم عصر تھے۔ آپؒ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے 13 برس بڑے تھے۔ آپؒ کے ہزاروں شاگردوں میں چالیس افراد درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ، امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ، امام داؤد بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ اور صحیح بخاری کے مؤلف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

درس وتدریس کے دوران آپؒ کا ذریعہ معاش کپڑے کی تجارت تھا۔ آپؒ کامیاب تاجر تھے۔ آپؒ کی دولت کا فائدہ طلبہ اور حاجتمندوں کو بھی پہنچتا تھا۔ آپؒ اپنے فروخت کیے جانے والے کپڑے کے عیوب کبھی نہ چھپاتے تھے۔

آپؒ نے صرف ان احادیث پر توجہ مرکوز کی جن سے اوامر واحکامِ شرعی مستنبط ہوتے تھے اور مواعظ وقصص وسیر کی احادیث کو اپنا موضوع نہیں بنایا۔

آپؒ انتخاب احادیث میں اس درجہ محتاط تھے کہ آپؒ سے صرف سترہ احادیث مروی ہیں۔ آپؒ نے حقیقتاً فقہ اسلامی کی بنیاد قرآنِ حکیم اور قیاس جلی پر رکھی۔ آپؒ نے فقہ حنفیہ کی صورت میں اسلام کے جو قانونی ودستوری مسائل مدون کیے ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے۔ آپؒ کو فقہ میں امامِ اعظم تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپؒ اپنا طریق اجتہاد واستنباط یوں بیان فرماتے ہیں: ”میں سب سے پہلے کسی مسئلے کا حکم کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہوں، پھر اگر وہاں وہ مسئلہ نہ پاؤں تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کرتا ہوں، جب وہاں بھی نہ ملے تو صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کو ترجیح دیتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کا قول نہیں لیتا۔ جب معاملہ اقوالِ صحابہؓ سے حل نہ ہو تو پھر دوسرے مجتہدین کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔“

آپؒ کے اجتہادی مسائل تقریباً بارہ سو سالوں سے تمام اسلامی ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ماضی کی بڑی بڑی عظیم اسلامی سلطنتوں میں آپؒ ہی کے مسائل کو قانون کا درجہ حاصل تھا۔ آج بھی عالم اسلام میں مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی کی پیروکار ہے۔ فقہ حنفی کی اشاعت آپؒ کے دو شاگردوں قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حسن شیبانی نے کی۔

ایک بار حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے مابین اپنے اپنے استاد کی فضیلت پر بحث چھڑ گئی۔ امام ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے درمیان فیصلہ کیا کہ ہر دو اصحاب اپنے امام کے اساتذہ گنیں، جس کے اساتذہ کی تعداد زیادہ ہوگی وہی افضل ہوگا۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد 80 نکلی جبکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تھی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی تنقیح کے سخت اصول مقرر کیے۔ آپؒ ہر حدیث کو آنکھ بند کر کے درست نہیں مان لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء حنفیہ نے حدیث کے قبول کے لیے یہ اصول مقرر کیے کہ وہ احادیث جنہیں فقہاء روایت نہ کریں اور جو ہر طرح قیاس کے مخالف ہو قابل حجت نہیں ہے۔

فضائل ومناقب: آپؒ نہایت قوی حافظہ کے مالک اور انتہائی ذہین تھے۔ آپؒ کا زہد وتقویٰ فراست ودانائی اور حکمت بہت مشہور تھی۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں 7 ہزار مرتبہ قرآن پاک کی تکمیل کی۔ آپؒ رات کے وقت دو نفلوں میں قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ آپؒ ایک طرف علم کے سمندر تھے تو دوسری طرف زہد وتقویٰ کے پہاڑ کی مانند تھے۔ آپؒ نے صحابہؓ سے براہ راست اکتساب فیض کیا، اس اعتبار سے آپؒ تابعی تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میرے بعد فارس کا ایک شخص علم کو زندہ کرے گا۔ بہت سے ائمہ کا خیال ہے کہ اس قول سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ آپؒ نے علم وفضل کے باوجود کبھی کوئی سرکاری عہدہ قبول نہیں کیا۔ آپؒ نے کبھی کسی خلیفہ یا بادشاہ کی خوشامد نہیں کی۔ ہمیشہ حق اور اہل حق کا ساتھ دیا۔ یزید نے آپؒ کو مشیر بنانا چاہا تو آپؒ نے صاف

> جس شخص کو علم دین پر گفتگو کرتے ہوئے یہ فکر نہ ہو کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس کی باز پرس ہوگی تو اس نے نہ دین کی قدر پہچانی اور نہ وہ اپنے نفس کو پہچان پایا۔ امام ابوحنیفہؒ

انکار کردیا اور کہا کہ اگر یزید کہے کہ مسجدوں کے دروازے گن دو تو یہ بھی مجھے گوارا نہیں۔ آپؒ کا فرمان ہے: ''علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے بغیر روح کے جسم یا پھول بغیر خوشبو۔ جب تک علم وجود عمل سے متفق نہ ہو، صافی نہ ہوگا اور نہ مخلصانہ کیفیت پیدا ہوگی۔ جو شخص دنیا کمانے کے لیے علم حاصل کرتا ہے علم اس کے قلب میں جگہ نہیں پکڑتا اور جسے علم دین پر گفتگو کرتے ہوئے یہ فکر نہ ہو کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس کی باز پرس ہوگی تو اس نے نہ دین کی قدر پہچانی اور نہ وہ اپنے نفس کو پہچان پایا۔''

شہادت: بادشاہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ عہدۂ قضا قبول کرلیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں بے زار ہوں اور کوفہ کے لوگ مجھ سے کپڑا وغیرہ خریدتے ہیں۔ عرب کے اشراف میری قضاء کو قبول نہیں کریں گے۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کام علم کے متعلق ہے نہ کہ نسب کے۔ آپؒ نے جواب دیا: ''میں خود کو اس عہدہ کے لائق نہیں سمجھتا''۔ بادشاہ نے اس وقت تو خاموشی اختیار کرلی، چند دن بعد بادشاہ نے دوبارہ طلب کیا اور عہدہ قبول کرنے پر اصرار کیا۔ آپؒ نے پھر بھی جواب دیا تو بادشاہ نے جواب دیا کہ آپؒ جھوٹ بولتے ہیں، آپؒ اس عہدہ کے لائق ہیں۔ امام صاحبؒ نے کہا: ''اگر آپ کی بات ٹھیک ہے تو پھر ایک جھوٹے آدمی کو قاضی کیونکر بنایا جائے''۔ بادشاہ نے قسم کھائی کہ میں لازماً آپؒ کو ہی قاضی بناؤں گا۔ آپؒ نے بھی قسم کھائی کہ میں عہدہ بالکل قبول نہیں کروں گا۔ بادشاہ نے ناراض ہوکر اول آپؒ کو بغداد کی تعمیر کے وقت اینٹیں شمار کرنے کے کام پر لگا دیا اور بعد میں قید میں ڈال دیا اور حکم دیا کہ ہر روز آپؒ کے سر پر کوڑے برسائے جائیں۔ آپؒ نے فرمایا: ''آخرت کے گرزوں سے دنیا کے کوڑے کھانا بہتر ہے''۔ کوڑوں کے باعث آپؒ کے چہرہ اور سر مبارک پر ورم آگیا۔ دسویں روز آپؒ نے کوڑے کھانے کے بعد سر سجدے میں رکھ کر جان، جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ آپؒ کی شہادت کا سن 767ء (150 ہجری) ہے۔ آپؒ کی نماز جنازہ میں لوگوں کی اس قدر کثرت تھی کہ چھ بار نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ پہلی نماز جنازہ میں پچاس ہزار آدمی تھے۔ آپؒ بغداد میں ملکہ خیزراں کے مقبرہ کے مشرق کی جانب دفن ہوئے۔

☆☆☆

# نامے میرے نام

مدیر محترم سلام مسنون!

''ندائے خلافت'' کے تازہ شمارے میں میری ایک آزاد نظم ''پکار'' شائع ہوئی ہے۔ کل محترم نسیم الدین صاحب سے فون پر بات ہورہی تھی۔ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں فرمایا کہ تمہاری نظم نوجوانوں کے لئے شائع ہوئی ہے، ہم بوڑھوں کے لئے بھی تو کچھ لکھو۔ عرض کیا کہ محترم! اسلامی تحریک کا کارکن کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ مرتے دم تک نوجوان ہی رہتا ہے۔ میں خود اپنے آپ کو 79 سال کا نوجوان سمجھتا ہوں اور مسلسل کام کرتا ہوں۔ فرمانے لگے کہ جسم کے اعضاء میں تو اضمحلال آجاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اپنے اعضاء سے کہتا ہوں کہ بھئی تم میں کمزوری آرہی ہے، تو تم اپنا کام کیے جاؤ، میں تو اپنا کام کیے جاؤں گا۔ ٹھیک ہے نا! اس پر مجھے مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ کی ایک تقریر کا یہ ٹکڑا یاد آیا، جس کو پڑھ کر بہتوں کا بھلا ہوگا۔ ''پھر اگر ہم نے اس جدوجہد میں بازی پالی تو فھو المراد، اور اگر دوسری بات ہوئی تب بھی تمام راستوں میں ایک حق ہی کا رستہ ہے جس میں ناکامی کا کوئی سوال نہیں، اس میں اول قدم بھی منزل ہے اور آخر بھی۔ ناکامی کا اس کوچے میں گزر نہیں ہے۔ اس راہ کو جان لینے اور اس پر چلنے کا عزم راسخ کرلینے کی ضرورت ہے۔ پھر اگر تیز سواری مل جائے تو فبہا، یہ نہ سہی تو چھکڑے ملیں گے، انہی سے سفر ہوگا۔ یہ بھی نہیں تو دو پاؤں موجود ہیں، ان سے چلیں گے۔ پاؤں بھی نہ رہیں تو آنکھیں تو ہیں، اُن سے نشان منزل دیکھ لیں گے۔ آنکھیں بھی اگر بے نور ہوجائیں تو دل کی آنکھ تو ہے جس کی بصارت کوئی سلب نہیں کرسکتا، بشرطیکہ ایمان موجود ہو۔ ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (الانعام:162) (میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے)

اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اے میرے بزرگ ساتھیو! اپنے کو بوڑھا سمجھنا چھوڑ دو، نوجوان بنو اور نوجوانوں کی طرح جتنا بھی ہوسکتا ہے کام کرو۔ کام کرو، کام کرو...!! دیکھو، کامیابی کی صبح طلوع ہونے ہی والی ہے۔

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے!

والسلام

خاکسار قاضی عبدالقادر، کراچی

☆☆☆☆☆

محترم المقام حافظ عاکف سعید صاحب مدیر ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اُمید ہے آپ ایمان اور صحت کے اچھے مراحل میں ہوں گے۔ جناب حسب معمول دفتر میں ہفتہ کی شام مدرسے کی ڈاک میں ''ندائے خلافت'' کا شمارہ نمبر 50 ملا۔ کھول کر دیکھا تو صفحہ نمبر 10 پر ''جمہوریت یا خلافت'' پر ڈاکٹر حسین احمد پراچہ کے کالم اور آپ کے جوابی مکتوب پر نظر پڑی، اور یہ دونوں پڑھ لئے۔ جناب ڈاکٹر صاحب کا مذکورہ کالم احقر نے پہلے بھی پڑھا تھا۔ واقعتاً میرا ذہن بھی تنظیم اسلامی سے متعلق غلط فہمیوں کا شکار ہوچکا تھا، لیکن آپ کے کافی وشافی مکتوب نے وہ غلط فہمیاں دور کردیں۔

حافظ صاحب! جن خدشات کا اظہار آپ نے اپنے مکتوب کے آخر میں ''نوٹ'' کے عنوان سے کیا ہے، وہ بجا ہیں۔ کیونکہ بدقسمتی سے ہمارے اکثر کالم نگار حضرات اپنے کالموں میں گمراہ کن باتوں سے عوام میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ تقریباً تمام کالم نگار (سوائے چند ایک کے) مذہبی راہنماؤں کے خلاف پروپیگنڈا کررہے ہیں، جس سے لوگوں میں اسلام پسندوں سے نفرت بڑھتی جارہی ہیں۔ اس سلسلے میں ندائے خلافت اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے پوری کررہا ہے۔ میں ''ندائے خلافت'' کا مطالعہ باقاعدگی سے کررہا ہوں۔ لیکن بدقسمتی سے ''ندائے خلافت'' عوامی سطح پر اتنا مقبول نہیں، جتنا ہونا چاہیے تھا۔ حضرت ندائے خلافت جیسے نظریاتی رسائل کو عوامی بنانا ہوگا۔

مجھے پورا یقین ہے کہ تنظیم اسلامی کے مقاصد بہت جلد پورے ہوں گے اور یہ ملک نفاذ اسلام کی برکت سے امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

ایک دفعہ پھر آپ کے بہترین جوابی خط پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دعاؤں میں خصوصی طور پر یاد رکھیے۔

والسلام

سید علی شاہ حقانی

مہتمم مدرسہ لغۃ القرآن کانگڑہ (چارسدہ)

# تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

## تنظیم اسلامی پشاور غربی کا ماہانہ تربیتی اجتماع

حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم، تنظیم اسلامی پشاور غربی کا ماہانہ تربیتی اجتماع 8دسمبر 2012ء کوڈاکٹر محمد اقبال صافی کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد ہوا۔ امیر مقامی تنظیم محمد سعید نے سورۃ النساء کے چھٹے رکوع کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ وتفسیر بیان کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صفدر حسین شاہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مالی معاملات میں درستی کی ضرورت کے حوالے سے پڑھ کر سنائی۔ مطالعہ لٹریچر کے حوالے ڈاکٹر محمد اقبال صافی نے کتابچہ ''تعارف تنظیم اسلامی'' سے مولانا امین احسن اصلاحی کی تقریر کا مطالعہ کرایا، جوکافی طویل تھی۔ بعدازاں ڈاکٹر صفدر حسین شاہ نے ''سیرت مطہرہ'' پر ایک کتاب سے ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ امیر مقامی تنظیم محمد سعید نے اپنی گفتگو میں کہا کہ ایسے اجتماعات ہمارے تزکیہ وتربیت کے لیے بہت ضروری ہیں، اس لیے ہمیں خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے جذبہ اور خلوص نیت کے ساتھ تربیتی اجتماع میں شرکت کرنی چاہیے۔ انہوں نے رفقاء کوانفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب وتشویق بھی دلائی اور تنظیمی اجتماع میں حاضری کی تاکید کی۔ (مرتب: مسعود جاوید میر، معتمد تنظیم اسلامی پشاور غربی)

## حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

16دسمبر 2012ء بروز اتوار حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام تربیتی اجتماع صبح ساڑھے آٹھ بجے تا دوپہر ایک بجے قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر کے ابتدائی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے تمام رفقاء کواجتماع میں خوش آمدید کہا اور اجتماع میں بروقت آمد پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسے اجتماعات ہماری تربیت اور تزکیہ نفس کے لیے انتہائی اہم ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے جذبے کے ساتھ ان میں شرکت کی جائے۔ انہوں نے شرکاء کو پروگرام کے مرکزی موضوع (نفاق ایک مرض) اور پروگرام کی بقیہ ترتیب سے آگاہ کیا اور حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس سے کارروائی آگے بڑھانے کی ہدایت کی۔

اجتماع کا باقاعدہ آغاز تذکیر بالقرآن سے ہوا، جس کی سعادت شاہ فیصل تنظیم کے دو مدرسین راشد حسین اور حافظ وقار علی کے حصے میں آئی۔ جناب راشد حسین نے سورۃ الحدید کی آیات 13 تا15 کی روشنی میں مذبذب اور منتظر قسم کے کلمہ گوافراد اوران کی باطنی بیماریوں کا جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ محض مسلمانوں کے ساتھ بودوباش اور رہن سہن نجات دلانے کے لیے کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے حقیقی ایمان سے مسلح ہوکر اُس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا۔ بعدازاں حافظ وقار علی نے سورۃ النساء کی آیات 137 تا147 کے ذیل میں شعوری اور غیر شعوری نفاق کی وضاحت کی۔ درسِ حدیث مبارکہ کی سعادت فیصل منظور نے حاصل کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کے چندارشادات عالیہ کی روشنی میں ''نفاق کے اسباب وعلامات'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ ان کے بعد کورنگی شرقی تنظیم کے امیر انوار علی نے ''مرض نفاق سے بچنے کی حفاظتی تدابیر اور علاج'' کے موضوع پر احادیث مبارکہ کی روشنی میں مختصر مگر پُراثر بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایمان جب کمزور ہوتا ہے تو نفاق کا مرض بڑھنے کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے۔ پس ہمیں چاہیے کہ نفاق سے بچاؤ کے لئے اپنے حقیقی ایمان کی بڑھوتری میں لگے رہیں۔ انہوں نے ساتھ ہی ان اعمال کا بھی تذکرہ کیا جن کو اختیار کر کے ہم اپنے حقیقی ایمان میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ بعدازاں حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے ''مشاورت کی اہمیت اوراس کے مقاصد وآداب'' پر مدلل گفتگو کی۔ انہوں نے مشورہ کرنے والے اور مشیر دونوں کے لیے قرآن واحادیث مبارکہ کی روشنی میں رہنمائی کونکات کی صورت میں پیش کیا۔ اس دوران میں رفقاء کے لیے چائے اور باہمی تعارف کے لیے وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد جناب عبدالرزاق کوڈاوی نے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے رفقاء کوترغیب دلائی اور صحابہ کرام کی سیرت سے اللہ کی راہ میں نکلنے اوراس کے لیے جذبہ وشوق رکھنے کی چند مثالیں بیان کیں، جس سے رفقاء میں سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے تحریک پیدا ہوئی اور اللہ کی راہ میں نکلنے کے فضائل بھی سامنے آئے۔ بعدازاں مذاکرہ ہوا، جس کی ذمہ داری حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے انجام دی۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں رفقاء کے سامنے ''ہمارا مقصد زندگی'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا اور ڈاکٹر رفیع الدین (مرحوم) کے قول کونقل کرتے ہوئے کہا کہ انسان کہلانے کا حقدار وہ ہی شخص ہے جس کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ہو، بصورت دیگر لوگ ہمیں اپنے مقاصد کے حصول ہی کے لیے استعمال کریں گے۔ انہوں نے کہا

<u>دعوت انقلاب</u>

## نظامِ زمانہ بدل دو!

قابل اجمیری (مرحوم)

دلوں میں حمیّت مچلنے لگی ہے
حرارت نگہ سے اُبلنے لگی ہے
حیات اپنا عنواں بدلنے لگی ہے
حقیقت بدل دو فسانہ بدل دو!
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

نشیب و فراز جہاں سے نہ کھیلو
فریب بہار و خزاں سے نہ کھیلو
دل و دیدۂ باغباں سے نہ کھیلو
بدل دو، بدل دو، ترانہ بدل دو!
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

دُعاؤں کو ہم بے اثر پا چکے ہیں
فرنگی خداؤں سے اُکتا چکے ہیں
جبینوں پہ سجدوں کے داغ آ چکے ہیں
بدل دو، بس اب آستانہ بدل دو
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو

حکومت کے جوہر! ہنر کے خزینے
تمدّن کی شمعیں! ترقی کے زینے
یہ مغرب زدہ زندگی کے قرینے
بصد قدرت ناقدانہ بدل دو
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

دل و جاں پہ بے چارگی چھا رہی ہے
سیاست کی جنت یہ مرجھا رہی ہے
خدائی خدا کے قریب آ رہی ہے!
یہ رسم و رہِ کافرانہ بدل دو
جوانو! نظامِ زمانہ بدل دو!

(مرسل: قاضی عبدالقادر۔ ماخوذ از سہ روزہ کوثر، لاہور 1950ء مدیر: ملک نصراللہ خاں عزیز)

کہ مقصد زندگی اعلیٰ بھی ہو سکتا ہے اور گھٹیا بھی۔ ہمیں اعلیٰ مقصد زندگی کو اپنانا ہے۔ ہمارے لیے ہر معاملے میں اسوہ جناب نبی اکرم ﷺ ہیں۔ آپؐ نے انتہائی کم وسائل کے ہوتے ہوئے غلبہ دین حق کے لیے عظیم الشان جدوجہد کی۔ لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کی اتباع کرتے ہوئے آپ ﷺ کے عظیم مشن کے ساتھ وابستہ ہونا اور یکسوئی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھنا ہے۔ بعد ازاں امیر محترم نے لاہور مرکز سے بذریعہ فون براہِ راست خطاب کیا۔ انہوں نے رفقاء کو سالانہ اجتماع میں بھرپور شرکت کے لیے ترغیب دلائی اور اجتماع کے ملتوی ہونے کی وجوہات سے بھی آگاہ کیا۔ انہوں نے سورۂ آلِ عمران کی آخری آیت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ حق کے نفاذ میں ان رکاوٹوں پر صبر کرنا ہے، آپس میں مربوط رہنا ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ اللہ کے راستے میں مختلف آزمائشوں سے صبر و استقامت سے گزرنا ضروری ہے۔ بعد ازاں سوسائٹی تنظیم کے ناظم تربیت فہد یونس نے ”نفاق سے متعلق صحابہ کرام ؓ کا خوف“ کے موضوع پر نہایت پُر اثر گفتگو کی جس سے شرکاء کے قلوب کو ایمانی جلا ملی۔ آخر میں امیر حلقہ نے اختتامی کلمات کہے اور تمام شرکاء اور خصوصاً مدرسین کا شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے نہایت احسن انداز سے اپنی ذمہ داری انجام دی۔ اس اجتماع میں تقریباً 270 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ مسنون دعا پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خدمت دین کے لیے مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد سہیل)

## حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی و دعوتی اجتماع کی روداد

16 دسمبر 2012ء کو تنظیم اسلامی حلقہ سرگودھا کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی و دعوتی نشست کا انعقاد مرکز تنظیم اسلامی سرگودھا مسجد جامع القرآن میں کیا گیا۔ اس نشست میں مقامی تنظیم کے رفقاء کے ساتھ ساتھ منفرد اسرہ جوہر آباد چک 127 شمالی اور حلقہ کے منفرد رفقاء نے شرکت کی۔ امیر حلقہ نے افتتاحی کلمات کہے۔ نشست کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، جس کی سعادت مقامی تنظیم کے ملتزم رفیق ڈاکٹر جاوید اقبال نے حاصل کی۔ انہوں نے سورۂ حم السجدہ کی آیات 36,30 کی تلاوت کی اور ان کا ترجمہ بیان کیا۔ ”ہدیہ: محبت بڑھانے کا ذریعہ“ کے موضوع پر درس حدیث مقامی تنظیم کے معتمد عبدالرحمٰن نے دیا۔ اس کے بعد ”اخلاص فی الدین“ کے موضوع پر مقامی تنظیم کے ناظم دعوت ڈاکٹر ناصر ملک نے درس دیا۔ انہوں نے اخلاص کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ تمام اعمال جسم ہیں اور اخلاص ان کی روح ہے۔ اعمال میں اخلاص کے فقدان کے نقصان کو انہوں نے تین اشخاص عالم، غنی اور شہید کی عبرت انگیز مثال سے اجاگر کیا۔ مختصر وقفے کے بعد انجمن خدام القرآن سرگودھا کے صدر ڈاکٹر عبدالرحمٰن نے ”موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں“ کے حوالے سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی زبوں حالی پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اس کا علاج قرآن سے تمسک ہے۔ قرآن ہی کے سہارے ہم اللہ کی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔ آخر میں منفرد اسرہ جوہر آباد کے ملتزم رفیق محمد ارشد نے ”اسوۂ رسول ﷺ کے تناظر میں اقامت دین کی جدوجہد“ کے موضوع پر مذاکرہ کرایا اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کے چھ مراحل بیان کیے۔ ظہر کی نماز اور کھانے کے وقفہ کے بعد امیر حلقہ نے مقامی رفقاء کے ساتھ دعوتی پروگرام عصر تا عشاء کی ترتیب کے لئے مشاورت کی اور مشورے کے بعد بعد نماز عصر تا رات 9 بجے مختلف مقامات پر دعوتی بیانات ہوئے۔ بیانات کی ذمہ داریاں ڈاکٹر محمد رفیع الدین ملک افضل اعوان، محمد ارشد اور ظفر اقبال نے ادا کیں۔ درجہ بالا تمام پروگراموں میں بنیادی دینی موضوعات پر بات کی گئی۔ اس طرح یہ ایک روزہ نشست بعد نماز عشاء اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کو جنہوں نے اس پروگرام میں شرکت کی اور مختلف ذمہ داریاں نبھائیں، اجر عطا فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: رفیق تنظیم)

the words: "O Allah! Set aright for me my religion, wherein lies the infallibility of my affairs. And set aright for me my worldly domain (*dunya*), in which I live my life. And set aright for me my Afterlife, in which I have an appointed time."

The Prophet a taught us to be trustworthy, to fulfill our promises with all people, and to guard the rights of others. His life is a shinning light for humanity --- in word, in deed and in the things he approved of. Even though the Propheta --- a mere mortal --- passed away, his life lives on in the Sunnah, for even during his life the Muslim Ummah immediately realized how crucial it was for its very existence to preserve the Sunnah. Hence, the Sunnah has been, and remains, a guide for us; it is what keeps us secure.

Al-Darimi narrates in his book that the scholars Al-Awzai, Makhul, Yahya ibn Kathir and others have said that there is no doubt that people are in dire need of the Sunnah because it protects them, and that, indeed, the Quran is more in need of the Sunnah than the Sunnah is of the Quran. For it is the Sunnah that determines which interpretation of the Quran is correct, and not the Quran that determines which interpretation of the Sunnah is correct.

It should be obvious, then, in these harrowing times how great is our world's need, and our Ummah's need, to learn the Sunnah of the Prophet a and to follow it, even as the Quran instructs us.

> "(O Muhammada ) say (to the believers): If you love Allah, then follow me. Allah will love you and forgive you your sins. For Allah is all-forgiving, mercy-giving. Say (to them): Obey Allah and the Messenger. And if they turn away, then (know that) Allah does not love the disbelievers." [*Al-e-Imran*: 31, 32]

## مقامی تنظیم دیر بالا کے زیرِ اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی دیر بالا کے زیرِ اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام گزشتہ دنوں بعد نماز عصر گاؤں توسو (دیر بالا) کی جامع مسجد میں ہوا۔ جس میں ملتزم رفیق حافظ احسان اللہ نے عبادت رب، دین و مذہب میں فرق اور خلافت بمقابلہ جمہوریت کے موضوعات پر بالترتیب بعد نماز عصر، بعد نماز مغرب اور بعد نماز عشاء مفصل خطابات کیے۔ ان تینوں نشستوں میں احباب کی تعداد 40 سے زائد تھی۔ رات فضل ربی کے گھر پر قیام رہا۔ اگلی صبح نماز فجر کے بعد درس قرآن بھی جناب احسان اللہ نے دیا۔ اِس درس میں شرکاء کی تعداد 20 کے قریب تھی۔ مسنون دُعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: لائق سید)

Omar Abd`l Haleem

# THE SUNNAH AS A PROTECTION FOR HUMANITY

The Messenger of Allah a brought his call of peace, purity and everlasting happiness to a world steeped in darkness. Ignorance of divine revelation had debased reason to the point that many stooped to the worship of trees and rocks rather than worshipping Allah. It corrupted natural human taste, such that a man would find the bitter, sweet and the obscene, enjoyable. Human society steadily frayed. Men often served their bonds of kinship. A father would kill a son out of fear of poverty and a daughter out of shame. The neighbour and the stranger lost their sacredness and women became objects, their possession of souls debated.

Then came the noble Sunnah --- the best explanation of the Quran. Its direct purpose was to fight this corruption and restore man s *fitrah*. The Sunnah spoke up for the innate goodness of human nature. It reintroduced *fitrah* to the world as the essential human spirit that inherently loves Allah, and as the driving will within man to stand upright in the symmetry of sincerity and live Allah s divine will, His revealed religion.

Allah, transcendent and resplendent, commanded people to answer the call of His Messengera and to obey him and follow his way so that light could come back into the world after darkness, and peace and stability expel turbulence. Allah, Most High, said:

> O You who believe! Answer Allah and the Messenger when he calls you to that which gives you life. [*Al-Anfal*: 24]

This ayah means answer Allah by obeying His revealed Messenger a by following his instructions and guidance. It is as if the ayah is saying: Respond, O people of faith, to the Messenger a , for he is the chosen one among you, who is truly concerned for what is in your best interests. He knows, by divine revelation, what is good for you. He is the one who can put you in the right direction. He is the man sent to take you by the hand and lead you to all that will bring you happiness. He is *that* Prophet sent to show you how to live a safe and peaceful life; sent to free you from your malice, your animosity, your dissension. He holds the key that can liberate you from your oppression. He knows the word to emancipate you from your transgressions. He has come to teach you the ways to harmony, friendship, togetherness and mutual aid, so that people may live in true beatitude. Oppression banished from the world --- How wonderful a life would that be! How hateful is the life of oppression.

So the Messenger a is a blessing from Allah upon His servants. He taught people nobility and good manners. It is true that before his advent a portion of good character remained in the world from the remnants of previous revelations, and from the moralities preserved by various cultures. But it was partial and piecemeal. Virtues were scattered --- some among this people, some with that. Moreover, they were mixed with false merits and excesses. Values confusion reigned --- as agreement on the virtues could never be reached.

Heaven-sent as a model of nobility in the most complete form possible in a human being --- all of it converging in his person --- the Propheta brought noble character to completion, the repository of this divinely preserved until the ending of the world --- in the single body of his Sunnah.

Al-Hakim narrated in *Al-Mustadrak* on the authority of Abu Hurairah h that the Propheta said: Indeed, to perfect nobility of character was I sent. In another narration, the Prophet a said: Indeed, for the completion of righteousness in character and setting things aright was I sent. This means that what the Prophet a taught us will set our religion and our life aright for us in this world and take us to Paradise in the next, provided we follow it.

The Prophet a gathered these aspects together in a supplication poignant with humility, with